اُعطِیتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ (مسلم)

”مجھے جامع کلمات عطا کئے گئے ہیں۔“

جواہرالحدیث

تالیف :

شمس پیرزادہؒ

اِدَارَہ دَعوَۃُ الْقُرْآن

۵۹۔محمد علی روڈ، ممبئی ۴۰۰۰۰۳

فون: ۲۳۴۵۰۰۵

قیمت : ۶۰/روپے

Price : Rs. 60/-

دسواں ایڈیشن تعداد ۲۰۰۰

اپریل ۲۰۰۸ء

اُعطِیتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ (مسلم)

”مجھے جامع کلمات عطا کئے گئے ہیں۔“

جواہرالحدیث

تالیف :

شمس پیرزادہؒ

اِدَارَہ دَعوَۃُ الْقُرْآن

۵۹۔محمد علی روڈ، ممبئی ۴۰۰۰۰۳

فون: ۲۳۴۵۰۰۵

قیمت : ۶۰/روپے

Price : Rs. 60/-

دسواں ایڈیشن تعداد ۲۰۰۰

اپریل ۲۰۰۸ء

فہرست

عنوان	صفحہ
عرض ناشر	۶
پیش لفظ	۷
(۱)	
حیات طیبہ کی چند جھلکیاں	۹
حلیۂ مبارک	۱۰
پیغمبر اسلام کا حسنِ کردار اور قیصر روم کا تاثر	۱۴
اوصافِ حمیدہ بعثت سے پہلے	۱۸
اخلاقِ عالیہ	۱۹
دشمنوں کے ساتھ حُسنِ سلوک	۲۰
برائی کے جواب میں بھلائی	۲۱
اسیر کے ساتھ سلوک	۲۳
کافروں اور مشرکوں کے ساتھ حسن سلوک	۲۵
عام انسان کی طرح رہنا	۲۷
شرم وحیا کا پیکر	۲۸
بُلندیٔ اخلاق	۲۹
وسیع القلبی	۲۹
انفاق اور فیاضی	۳۰
کثرتِ عبادت	۳۲
بدکلامی سے پرہیز	۳۳
توکل	۳۴
نبی ﷺ کی سادہ زندگی	۳۶
کم خوری اور معمولی غذا پر اکتفا	۳۸
کھانے میں عیب نہ نکالنا	۳۹
عیش وآرام سے بے رغبتی	۴۰
گھر والوں کی خدمت	۴۱
خدا کے حضور گواہی دینے کا احساس	۴۲
نبی ﷺ دنیا سے کس حال میں رخصت ہوئے	۴۳
نبی ﷺ کے آخری کلمات	۴۴
(۲)	
تعمیر کردار	۴۵
اسلام میں اخلاق کا مقام	۴۶
تقویٰ اور حسنِ اخلاق	۴۷
انسان کے اچھے اور بُرے ہونے کا معیار	۴۸
سچائی	۴۹
مخلوق پر رحم	۵۰
انسانی ہمدردی	۵۲

عنوان	صفحہ
یتیموں کی کفالت	۵۴
ہر حال میں تقویٰ	۵۵
راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹانا	۵۶
ہمدردی وغمخواری	۵۷
جان ومال کی حرمت	۵۸
دل کی دولت	۶۲
صدقہ وخیرات	۶۳
عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک	۶۵
باعزت طریقہ سے روزی حاصل کرنا	۶۷
مزدور کا حق	۶۸
جانوروں کے ساتھ سلوک	۶۹
دانشمند کا طرزِ عمل	۷۰
ایمان کے تقاضے	۷۱
ایمان کا اثر عملی زندگی پر	۷۳
قطع رحمی کے جواب میں صلۂ رحمی	۷۴
ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک	۷۵
غصہ میں نفس کو قابو میں رکھنا	۷۵
معاملات میں نرمی اور فراخی سے کام لینا	۷۶
(۳)	
بگاڑ پیدا کرنے والی باتیں	۷۷
ظلم وزیادتی	۷۸
دوسروں کی زمین پر غاصبانہ قبضہ	۸۱
قطع رحمی	۸۱
مال کی حرص	۸۲
اکلِ حرام	۸۳
بخل	۸۶
منافقانہ خصلتیں	۸۷
پڑوسی کو تنگ کرنا	۸۸
خواہش پرستی	۸۹
نسل پرستی	۹۰
عریانیت	۹۱
مرد اور عورت کی ایک دوسرے سے مشابہت	۹۲
باہمی تعلقات کو خراب کرنے والی باتیں	۹۳
جب حیاء نہ رہے	۹۴
ظالم کو نہ روکنے کا نتیجہ	۹۵
تجارت میں فسق وفجور	۹۶
ذخیرہ اندوزی	۹۷
(۴)	
سیاست وحکومت	۹۸
احساس ذمہ داری	۹۹

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۰۰	اقتدار نااہلوں کے سپرد کرنا	۱۲۲	اسلام کی بنیاد
۱۰۱	بدترین حکمراں	۱۲۴	بادشاہ حقیقی
۱۰۲	مظلوم کی آہ سے بچنا	۱۲۵	دینِ فطرت
۱۰۲	غیر مسلم معاہد کو قتل کرنا سنگین جرم	۱۲۶	خدا کی اولاد ہونے کا تصور
۱۰۳	بدعہدی	۱۲۸	اقرارِ توحید اور احساسِ بندگی
۱۰۴	رشوت خوری		(۸)
	(۵)	۱۲۹	**رسالت محمدی**
۱۰۵	**دنیا کی حیثیت**	۱۳۰	عالمگیر نبوت
۱۰۶	دنیا کی حقیقت آخرت کے مقابلہ میں	۱۳۱	دنیا کا نجات دہندہ
۱۰۸	دنیا ہنسنے کی جگہ نہیں	۱۳۳	نجات کیلئے رسالتِ محمدی پر ایمان لانا ضروری
۱۰۹	منزل کی طرف	۱۳۴	رسول کی اطاعت
۱۱۰	دنیا عشرت کدہ نہیں	۱۳۵	نبی ﷺ کی امتیازی خصوصیات
	(۶)	۱۳۷	علم وعرفان کی بارش
۱۱۲	**شرک وبدعت**	۱۳۸	آخری نبی
۱۱۳	سب سے بڑا گناہ		(۹)
۱۱۵	شرک موجب ہلاکت	۱۴۰	**قرآن**
۱۱۷	قبر پرستی	۱۴۱	قوموں کے عروج وزوال کا سبب
	(۷)	۱۴۲	وحی کا نزول
۱۲۱	**توحید**	۱۴۳	بہترین کلام

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۴۴	بہترین علم	۱۵۲	حقیقی زندگی
	(۱۰)	۱۵۳	حقیقی راحت اور سکون
۱۴۵	**زندگی بعد موت**	۱۵۴	جنت کی نعمتیں تصور سے بالاتر
۱۴۶	میت کے ساتھ کیا چیز منتقل ہوتی ہے		(۱۱)
۱۴۷	موت کے بعد کا مرحلہ	۱۵۵	**قبول اسلام کے واقعات**
۱۴۹	عالمِ برزخ	۱۵۶	ایک دن میں پورا قبیلہ مسلمان
۱۵۰	میدانِ حشر	۱۵۹	قبول اسلام کی براہِ راست دعوت
۱۵۱	حشر کس طرح ہوگا	۱۶۰	نبی ﷺ کو دیکھتے ہی اسلام کا دل میں اُتر جانا۔

بسمہٖ تعالیٰ

عرض ناشر

ادارہ دعوۃ القرآن کے قیام کی اصل غرض وغایت قرآن کریم کی تفسیر کو مختلف زبانوں میں شائع کر کے خصوصاً برادران وطن اور عموماً مسلمانوں تک پہنچانا ہے۔اسی طرح صحیح احادیث کا ترجمہ اور تشریح بھی۔ کیوں کہ موضوع اور ضعیف حدیثوں کا سہارا لے کر علماء سوء نے اصل دین کو کیا سے کیا بنا دیا ہے۔

جہاں تک قرآن کا تعلق ہے مولانا شمس پیرزادہ علیہ الرحمہ کی مرتب کردہ تفسیر دعوۃ القرآن پانچ زبانوں اردو، مراٹھی، گجراتی، ہندی اور انگریزی میں شائع ہو رہی ہے۔

آج بھی احادیث کے کچھ گلدستے مختلف زبانوں میں شائع ہو رہے ہیں لیکن ایسا کوئی مجموعہ نہیں تھا جو خصوصاً برادران وطن کے ذہن کو سامنے رکھ کر مرتب کیا گیا ہو۔

الحمدللہ مولانا شمس پیرزادہ رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح ترین احادیث کا ایک ایسا گلدستہ مرتب فرمایا ہے جو بلا کسی تامل کے برادران وطن کے ہاتھوں تک پہنچایا جا سکتا ہے۔مولانا محترم نے اس کو ایک خاص طریقے سے ترتیب دیا ہے۔اور زندگی کے تمام شعبوں کے تعلق سے احادیث کو جمع کر کے اس کا ترجمہ اور مختصر تشریح بھی فرما دی ہے۔

یہ مجموعہ مرتب کرتے وقت آپ نے دقّتِ نظر سے کام لیا اور کہیں کوئی موضوع اور ضعیف حدیث نہیں آنے دی کہ اس پر کلام کیا جا سکے۔اس کے اب تک متعدد زبانوں میں تراجم شائع ہو چکے ہیں۔کرناٹک سوسائٹی ''شانتی پرکاشن'' نے کنڑی زبان میں ''جواہر الحدیث'' کا ترجمہ شائع کیا تھا تو مولانا مرحوم کو اس کے اجراء کے لئے دعوت دی تھی۔اس تقریب اجراء سے مولانا مرحوم بہت خوش ہوئے تھے کیوں کہ کثیر تعداد میں غیر مسلم بھائیوں کے سامنے حدیث کی تعلیمات کو پیش کرنے کا موقع مل گیا تھا۔اس طرح اب تک اس کے مراٹھی ،گجراتی، انگریزی اور کنڑی زبان میں کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

زیر نظر اردو مجموعہ کا دسواں ایڈیشن اب کمپیوٹر کی خوبصورت کتابت سے شائع کیا جا رہا ہے۔اس کے باوجود کم سے کم ہدیہ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولانا شمس پیرزادہ رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا بھرپور اجر عطا فرمائے۔

جہاں ادارہ اپنی حقیر خدمات کے ذریعہ مولانا مرحوم کی کتابوں کی نشر واشاعت کا کام انجام دے رہا ہے، وہیں قارئین سے بھی گزارش ہے کہ ان کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے میں ہمارا ہاتھ بٹائیں اور دامے، درمے، قدمے اور سخنے اس کی اشاعت میں حصہ لیں۔جزاکم اللہ خیرا

محمد صدیق قریشی

سکریٹری

ادارہ دعوۃ القرآن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

غالباً ۱۹۶۸ء کی بات ہے کہ میرے مربّی و رہنما مولانا ابواللیث صاحب اصلاحی، امیر جماعت اسلامی ہند نے ایک مجموعۂ حدیث مرتب کرنے کی خدمت میرے سپرد کی تھی، اس ہدایت کے ساتھ کہ غیر مسلموں کو پیشِ نظر رکھ کر موزوں احادیث کا انتخاب کیا جائے، خاص طور سے ایسی حدیثیں جن سے نبی ﷺ کی عظمت کا پہلو روشن ہوتا ہے، اور جن میں آپ کے اوصافِ حمیدہ اور خصائل مبارکہ بیان ہوئے ہیں، نیز وہ حدیثیں جن میں دعوتی پہلو بھی اجاگر ہوا ہے، اور جن سے اسلام کے صحیح تعارف میں بھی مدد ملتی ہے۔ مولانا نے فرمایا تھا کہ مختصر تشریح کے ساتھ یہ مجموعۂ حدیث مرتب کیا جائے تاکہ اسے علاقائی زبانوں میں منتقل کیا جاسکے۔

میں نے اس خدمت کو اپنے لئے باعثِ سعادت خیال کیا اور اس وقت اس کام کا آغاز بھی کر دیا تھا، مگر جماعتی مصروفیات کچھ ایسی رہیں کہ یہ کام آگے نہ بڑھ سکا، تا آنکہ ۱۹۷۸ء میں میرا جماعت سے ضابطہ کا تعلق بھی نہیں رہا اور تفسیر دعوۃ القرآن کی تالیف کیلئے میں بالکل یکسو ہو گیا۔ مگر جس ضرورت کا مولانا نے اظہار کیا تھا وہ برابر محسوس ہوتی رہی اور میں مولانا کے قیمتی مشورہ کو بھلا نہ سکا، اور تھوڑا سا وقت جو میں نکال سکا اس میں احادیث کے انتخاب اور تشریح کے سلسلہ کو جاری رکھا۔ اور آج الحمد للہ اس کی تکمیل ہو گئی جسے ''جواہر الحدیث'' کے نام سے پیش کیا جا رہا ہے۔ اس کی تالیف میں گو متذکرۂ بالا مقصد کو اولیت دی گئی ہے، لیکن ساتھ ہی مسلمانوں کی اصلاح کا پہلو بھی پیشِ نظر رہا ہے، اس لئے امید ہے کہ یہ کتاب مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں کیلئے مفید ثابت ہوگی۔

کتاب کے آغاز میں ''حیات طیبہ کی چند جھلکیاں'' کے عنوان سے احادیثِ رسول ﷺ پیش کی گئی ہیں جن سے نبی ﷺ کی شخصیت کی عظمت عیاں ہوتی ہے، اور آپ کے اخلاقِ عالیہ اور اوصافِ حمیدہ کا پہلو روشن ہو کر سامنے آتا ہے۔ ''تعمیرِ کردار'' اور ''بگاڑ پیدا کرنے والی باتیں'' کے عنوانات کے تحت ایسی حدیثیں پیش کی گئی ہیں، جن میں اخلاق و کردار کو سنوارنے، زندگی کو مہذب بنانے، انسانیت کا جوہر پیدا کرنے اور اخلاق و عمل میں خرابی پیدا کرنے والی باتوں سے بچنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ ''سیاست و حکومت'' کے زیرِ عنوان چند حدیثیں پیش کی گئی ہیں تاکہ واضح ہو کہ اسلام صرف انفرادی زندگی ہی کا دین نہیں، بلکہ اجتماعی زندگی کا بھی دین ہے۔ اور وہ سیاست و حکومت کے سلسلہ میں بھی ہدایات دیتا ہے۔ ''دنیا کی حیثیت'' کے زیرِ عنوان ارشاداتِ رسول ﷺ کی روشنی میں دنیا کے بارے میں اسلام کے نقطہ نظر کو بے کم و کاست بیان کرنے کی

کوشش کی گئی ہے، تاکہ دنیا پرستی پر کاری ضرب لگے اور آخرت کو مقصود بنانے کا داعیہ پیدا ہو۔ ''شرک و بدعت'' کے تحت احادیث کے ذریعہ جہاں شرک کا ابطال کیا گیا ہے، وہاں قبر پرستی کا بدعت ہونا بھی واضح کیا گیا ہے، تاکہ غیر مسلموں پر اچھی طرح واضح ہو جائے کہ اسلام وہ نہیں جو درگاہوں اور مزاروں کی پرستش کی شکل میں پایا جاتا ہے، بلکہ اسلام وہ ہے جو توحید کی شکل میں کتاب و سنت کے اندر محفوظ ہے۔ ''توحید'' کے زیر عنوان وحدتِ الٰہی کا مثبت پہلو پیش کیا گیا ہے اور دین فطرت اور ارکانِ اسلام پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ''رسالتِ محمدی'' کے زیرِ عنوان ان احادیث کا انتخاب کیا گیا ہے، جن سے نبی ﷺ کی عالمگیر نبوت اور دنیائے انسانیت کیلئے آپ کا نجات دہندہ ہونا واضح ہوتا ہے، نیز آپ کی امتیازی خصوصیات پر روشنی پڑتی ہے۔ ''قرآن'' کے عنوان کے تحت نزولِ وحی کی وضاحت کی گئی ہے۔ نیز اس کا کتابِ ہدایت ہونا اور قوموں کے عروج و زوال کا سبب ہونا بھی واضح کیا گیا ہے۔ ''زندگی بعد موت'' کے مسئلہ پر موت کے بعد کا مرحلہ، عالمِ برزخ، میدانِ حشر اور آخرت کی زندگی جیسے عنوانات پر حدیثیں پیش کی گئی ہیں اور غیر مسلموں کے ذہن کو سامنے رکھ کر ان کی وضاحت کی گئی ہے۔ اخیر میں نبی ﷺ کی دعوت کے زیرِ اثر قبولِ اسلام کے چند واقعات پیش کر کے غیر مسلموں کو دعوتِ فکر دی گئی ہے۔

احادیث کے انتخاب میں اس بات کا پورا پورا التزام کیا گیا ہے کہ صرف وہی حدیثیں پیش کی جائیں جو صحیح اور قابل حجت ہوں۔ اس مقصد کیلئے زیادہ تر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث کا انتخاب کیا گیا ہے۔ رہی دوسری کتب احادیث تو ان کتابوں میں جو حدیثیں منتخب کی گئی ہیں ان کے اسناد وغیرہ کی طرف سے اطمینان کر لینے کے بعد ہی انہیں اس مجموعہ میں شامل کر لیا گیا ہے۔ انتخابِ حدیث کے معاملہ میں ہم نے معیار بلند رکھا ہے اور اس بات کی پوری کوشش کی ہے کہ کوئی بھی ضعیف حدیث اس میں شامل نہ ہوتا کہ حدیثِ رسول کے نام سے جو باتیں ہم غیر مسلموں کے سامنے پیش کریں ان کے حجت ہونے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ رہ جائے۔

خدا کرے یہ کتاب جن مقاصد کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے ان کے لحاظ سے مفید ثابت ہو اور ہدایت و اصلاح کا ذریعہ بن جائے۔

شمس پیرزادہؔ ممبئی

۷؍ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

بمطابق ۲۴؍دسمبر ۱۹۸۲ء

حیات طیبہ کی چند جھلکیاں

حلیہ مبارک

حدیث

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ سَأَلْتُ خَالِیْ هِنْدَ بْنَ اَبِیْ هَالَةَ وَكَانَ وَصَّافاً عَنْ حُلْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ أَنَا اَشْتَهِیْ اَنْ يَّصِفَ اِلَیَّ شَيْئًا، يَتَعَلَّقُ بِهٖ فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَخْمًا مُفَخَّمًا، يَتَلَأْلَؤُ وَجْهُهٗ تَلَالُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ، اَطْوَلَ مِنَ الْمَرْبُوْعِ وَأَقْصَرَ مِنَ الْمُشَذَّبِ ، عَظِيْمَ الْهَامَةِ، رَجِلَ الشَّعْرِ اِنِ انْفَرَقَتْ عَقِيْقَتُهٗ فَرَّقَ وَ اِلَّا فَلَا۔ يُجَاوِزُ شَعْرُهٗ شَحْمَةَ اُذُنَيْهِ اِذَاهُوَ وَفَّرَهٗ، اَزْهَرَ اللَّوْنِ، وَاسِعَ الْجَبِيْنِ اَزَجَّ الْحَوَاجِبِ سَوَابِغَ مِنْ غَيْرِ قَرْنٍ بَيْنَهُمَا عِرْقٌ يُدِرُّهُ الْغَضَبُ، اَقْنَى الْعِرْنِيْنَ،لَهٗ نُوْرٌ يَعْلُوْهُ يَحْسَبُهٗ مَنْ لَمْ يَتَاَمَّلْهُ اَشَمَّ، كَثُّ اللِّحْيَةِ، سَهْلَ الْخَدَّيْنِ، ضَلِيْعَ الْفَمِ، مُفَلَّجَ الْاَسْنَانِ، دَقِيْقَ الْمَسْرُبَةِ، كَأَنَّ عُنُقَهٗ جِيْدُ دُمْيَةٍ فِیْ صَفَاءِ الْفِضَّةِ، مُعْتَدِلَ الْخَلْقِ ، بَادِناً مُتَمَا سِكاً سَوَاءَ الْبَطْنِ وَالصَّدْرِ، عَرِيْضَ الصَّدْرِ، بُعَيْدَ مَا بَيْنَ مَنْكِبَيْنِ، ضَخْمَ الْكَرَادِيْسِ، اَنْوَرَ الْمُتَجَرِّدِ، مَوْصُوْلَ مَا بَيْنَ اللَّبَّةِ وَ السُّرَّةِ بِشَعْرٍ يَجْرِیْ كَالْخَطِّ عَارِیَ الثَّدْيَيْنِ وَالْبَطْنِ مِمَّا سِوٰی ذٰلِکَ، اَشْعَرَ الذِرَا عَيْنِ وَالْمَنْكِبَيْنِ وَاَعَالِی الصَّدْرِ، طَوِيْلَ الزَّنْدَيْنِ، رَحْبَ الرَّاحَةِ شَثْنَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ، سَائِلَ الْاَطْرَافِ أو قَالَ شَائِلَ الْاَطْرَافِ،خَمْصَانَ الْاَخْمَصَيْنِ، مَسِيْحَ الْقَدَمَيْنِ يَنْبُوْ عَنْهُمَا الْمَاءُ،اِذَا زَالَ زَالَ قَلْعاً، يَخْطُوْ تَكَفِّيًاوَيَمْشِیْ هَوْناً، ذَرِيْعَ الْمِشْيَةِ اِذَامَشٰی كَاَنَّمَايَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ وَاِذَا اِلْتَفَتَ اِلْتَفَتَ جَمِيْعًا خَافِضَ الطَّرْفِ، نَظْرُهٗ اِلَی الْاَرْضِ اَكْثَرُ مِنْ نَظْرِهٖ اِلَی السَّمَاءِ جُلُّ نَظْرِهِ الْمُلَاحَظَةُ ، يَسُوْقُ اَصْحَابَهٗ وَيَبْدَءُ مَنْ لَقِيَ بِالسَّلَامِ ۔

(شمائل الترمذی)

ترجمه

حسن بن علی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے رسول اللہ ﷺ کا حلیہ مبارک دریافت کیا۔ کیونکہ وہ بڑی خوبی سے حلیہ مبارک بیان کرتے تھے اور میں چاہتا تھا کہ وہ مجھ سے بیان کریں تا کہ میں اسے یاد رکھوں۔ چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ کا حلیہ اس طرح بیان فرمایا:

”رسول اللہ ﷺ ذی وجاہت اور پُر وقار شخصیت کے مالک تھے ۔ آپ کا چہرہ ایسا چمکتا جیسے چودھویں رات کا چاند۔ قد قدرے دراز تھا لیکن بہت زیادہ دراز نہیں۔ سر بڑا، بال کسی قدر بل کھائے ہوئے ، مانگ اگر خود نکل آتی تو اسے رہنے دیتے ورنہ نہیں۔ بال جب بڑھاتے تو کان کی لو سے نیچے آجاتے ۔ رنگ صاف اور کھلا تھا، پیشانی کشادہ، ابرو خمدار، باریک گھنے اور غیر پیوستہ، ان کے درمیان کی رگ غصہ کی حالت میں خون سے بھر جاتی۔ ناک بلند جس پر نور نمایاں تھا۔ جو شخص بیک نظر دیکھ لیتا بلند خیال گمان کرتا، داڑھی بھری ہوئی، رخسار پُر گوشت، دہن کشادہ، دندان غیر پیوستہ، سینہ پر باریک بال، گردن ایسی (اونچی) کہ مجسمہ کی گردن کا شبہ ہو جائے ، اور چاندی کی طرح صاف وشفاف ، اعضاء متناسب ، جسم بھرا ہوا اور کسا ہوا، سینہ اور شکم ہموار، سینہ کشادہ، شانوں کے درمیان فاصلہ، جوڑ بڑے، جسم کا کھلا حصہ درخشاں، سینہ سے ناف تک بالوں کی ایک لکیر، دونوں چھاتیاں اور شکم بجز اس لکیر کے بالوں سے خالی، ہاتھ کندھے اور سینہ کے بالائی حصوں پر بال، کلائیاں دراز، ہتھیلی کشادہ ، دونوں ہتھیلیاں اور قدم بھرے ہوئے، انگلیاں لمبی، تلوے گہرے، قدم ایسے ہموار کہ پانی ٹھہر نہ سکے۔ چلتے تو مضبوط قدم اٹھاتے، جھک کر قدم رکھتے اور فروتنی کے ساتھ چلتے، اور اس تیزی سے کہ گویا بلندی سے نشیب میں اتر رہے ہیں۔ جب کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پوری طرح متوجہ ہوتے ، نگاہیں نیچی اور آسمان کی بہ نسبت زمین کی طرف زیادہ رہتیں، گوشہ چشم سے دیکھتے، اپنے ساتھیوں کو آگے رکھتے اور جو ملتا اسے خود سلام کرتے ۔“

تشریح

نبی ﷺ کی شبیہ تو دنیا میں موجود نہیں ہے لیکن الفاظ کے پیرایہ میں جو تصویر کھینچی گئی ہے، اس میں ایک عظیم شخصیت کی جھلک نمایاں ہے۔ حسنِ سیرت کے ساتھ حسنِ صورت اور باطن کے ساتھ ظاہر کی

خوبی نورٌ علیٰ نورٍ کا مصداق بن گئی ہے۔

آپ ﷺ کی عظمت اور شان بنوت کے پیش نظر آپ ﷺ کے مخلص ساتھیوں نے نہ صرف آپ ﷺ کے اقوال وافعال کو محفوظ رکھا، بلکہ آپ کی ایک ایک ادا تک بیان کی، تا کہ نبی ﷺ کے پیغام کے ساتھ ان کی شخصیت سے بھی لوگوں کو اچھی طرح مانوس کرایا جائے اور حق امانت ادا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو انسانیت کے لئے اعلیٰ نمونہ بنایا تھا۔ اور اس کا یہ عظیم احسان ہے کہ اس نے اس خدا رسیدہ انسان کامل اور تاریخ ساز ہستی کے جملہ نقوش اس طرح لوحِ تاریخ پر ثبت کرنے کا انتظام فرمایا کہ چودہ صدیاں گذرنے کے باوجود آج بھی یہ محسوس ہوتا ہے کہ گویا آپ ﷺ ہمارے درمیان موجود ہیں۔ اور آفتابِ ہدایت پوری تمازت کے ساتھ اپنی کرنیں پھیلا رہا ہے۔ مگر روشنی میں چلنا اسی کو نصیب ہوتا ہے جو اپنی آنکھیں کھلی رکھے۔

حدیث

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ(رض) اَنَّ اَبَا سُفْيَانَ بْنِ حَرْبٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ هِرَقْلَ اَرْسَلَ اِلَيْهِ .... ثُمَّ كَانَ اَوَّلُ مَا سَالَنِىْ عَنْهُ اَنْ قَالَ كَيْفَ نَسَبُهُ فِيْكُمْ قُلْتُ هُوَ فِيْنَا ذُوْنَسَبٍ قَالَ فَهَلْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ مِنْكُمْ اَحَدٌ قَطُّ قَبْلَهُ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مِنْ مَلِكٍ قُلْتُ لَا قَالَ فَاشْرَافُ النَّاسِ يَتَّبِعُوْهُ اَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ قُلْتُ بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ قَالَ اَيَزِيْدُوْنَ اَمْ يَنْقُصُوْنَ قُلْتُ بَلْ يَزِيْدُوْنَ قَالَ فَهَلْ يَرْتَدُّ اَحَدٌمِّنْهُمْ سَخْطَةً لِّدِيْنِهٖ بَعْدَ اَنْ يَّدْخُلَ فِيْهِ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهُ بِالْكِذْبِ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْلَ مَا قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ يَغْدِرُ قُلْتُ لَا وَ نَحْنُ مِنْهُ فِىْ مُدَّةٍ لَا نَدْرِىْ مَاهُوَ فَاعِلٌ فِيْهَا قَالَ وَلَمْ تُمْكِنِّيْ كَلِمَةٌاُدْخِلُ فِيْهَا شَيْئًا غَيْرَ هٰذِهِ الْكَلِمَةِ قَالَ فَهَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ كَانَ قِتَالُكُمْ اِيَّاهُ قُلْتُ الْحَرْبُ بَيْنَنَا وَ بَيْنَهُ سِجَالٌ يَّنَالُ مِنَّا وَنَنَالُ مِنْهُ،قَالَ مَاذَا يَامُرُكُمْ قُلْتُ يَقُوْلُ اعْبُدُوْا اللّٰهَ وَحْدَهُ وَلَاتُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا

وَّاتْرُكُوْا مَا يَقُوْلُ اٰبَآؤُكُمْ وَيَامُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالصِّلَةِ فَقَالَ لِلتَّرْجُمَانِ قُلْ لَهٗ سَاَلْتُكَ عَنْ نَسَبِهٖ فَذَكَرْتَ اَنَّهٗ فِيْكُمْ ذُوْنَسَبٍ فَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِيْ نَسَبِ قَوْمِهَا وَسَاَلْتُكَ هَلْ قَالَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ هٰذَا الْقَوْلَ فَذَكَرْتَ اَنْ لَّاقُلْتُ لَوْ كَانَ اَحَدٌ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ قَبْلَهٗ لَقُلْتُ رَجُلٌ يَّا تَيْنِيْ بِقَوْلٍ قِيْلَ قَبْلَهٗ وَسَاَلْتُكَ هَلْ كَانَ مِنْ آبَائِهٖ مِنْ مَّلِكٍ فَذَكَرْتَ اَنْ لَّافَقُلْتُ فَلَوْ كَانَ مِنْ آبَائِهٖ مِنْ مَّلِكٍ قُلْتُ رَجُلٌ يَّطْلُبُ مُلْكَ اَبِيْهِ وَسَاَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهٗ بِالْكِذْبِ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْلَ مَا قَالَ فَذَكَرْتَ اَنْ لَّا فَقَدْ اَعْرِفُ اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ لِيَــذَرَالْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ وَيَكْذِبَ عَلَى اللّٰهِ وَسَاَلْتُكَ اَشْرَافُ النَّاسِ اتَّبَعُوْهُ اَمْ ضُعَفَائُهُمْ فَذَكَرْتَ اَنْ ضُعَفَاءُ هُمُ اتَّبَعُوْهُ وَهُمْ اَتْبَاعُ الرُّسُلِ وَسَاَلْتُكَ اَيَزِيْدُوْنَ اَمْ يَنْقُصُوْنَ فَذَكَرْتَ اَنَّهُمْ يَزِيْدُوْنَ وَكَذٰلِكَ اَمْرُ الْاِيْمَانِ حَتّٰى يَتِمَّ وَ سَاَلْتُكَ اَيَرْتَدُّ اَحَدٌ سَخْطَةً لِدِيْنِهٖ بَعْدَ اَنْ يَّدْخُلَ فِيْهِ فَذَكَرْتَ اَنْ لَّا وَكَذٰلِكَ الْاِيْمَانُ حِيْنَ تُخَالِطُ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوْبَ وَسَاَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُفَذَكَرْتَ اَنْ لَّاوَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ لَا تَغْدِرُ وَسَاَلْتُكَ بِمَا يَامُرُكُمْ فَذَكَرْتَ اَنَّهٗ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْأً وَّيَنْهَاكُمْ عَنْ عِبَادَةِ الْاَوْثَانِ وَيَامُرُكُمْ بِالصَّلَاةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ فَاِنْ كَانَ مَا تَقُوْلُ حَقًّا فَسَيَمْلِكُ مَوْضِعَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ وَقَدْ كُنْتُ اَعْلَمُ اَنَّهٗ خَارِجٌ لَمْ اَكُنْ اَظُنُّ اَنَّهٗ مِنْكُمْ فَلَوْ اَنِّيْٓ اَعْلَمُ اَنِّيْ اَخْلِصُ اِلَيْهِ لَتَجَشَّمْتُ لِقَاءَهٗ وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهٗ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الَّذِيْ بَعَثَ بِهٖ مَعَ دِحْيَةَ الْكَلْبِيْ اِلٰى عَظِيْمِ بُصْرٰى فَدَفَعَهٗ اِلٰى عَظِيْمُ بُصْرٰى هِرَقْلَ فَقَرَاَهٗ فَاِذَا فِيْهِ:

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞ مِنْ مُّحَمَّدٍ عَبْدِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلٰى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى اَمَّابَعْدُ فَاِنِّيْٓ اَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْ

تَسْلَمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَاِنَّ عَلَيْكَ اِثْمَ الْيَرِيْسِيِّيْنَ وَيَا اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذُ بَعْضُنَا بَعْضاً اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوْا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔"

قَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ فَلَمَّا قَالَ مَا قَالَ وَفَرَغَ مِنْ قِرَآءَةِ الْكِتَابِ كَثُرَ عِنْدَهُ الصَّخَبُ فَارْتَفَعَتِ الْاَصْوَاتُ وَاُخْرِجْنَا فَقُلْتُ لِاَصْحَابِيْ حِيْنَ اُخْرِجْنَا لَقَدْ اَمِرَ اَمْرُ ابْنِ اَبِيْ كَبْشَةَ اِنَّهٗ يَخَافُهٗ مَلِكُ بَنِي الْاَصْفَرِ فَمَازِلْتُ مُؤْقِنًا اِنَّهٗ سَيَظْهَرُ حَتّٰى اَدْخَلَ اللّٰهُ عَلَيَّ الْاِسْلَامَ ۔ (البخاری بدءالوحی)

نبی ﷺ کا حسنِ کردار اور قیصرِ رُوم کا متاثر ہونا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ابوسفیان نے مجھ سے بیان کیا کہ (شاہِ روم ہرقل نے مجھے اپنے دربار میں طلب کیا اور مجھ سے نبی ﷺ کے بارے میں پوچھا)۔ ہرقل کا پہلا سوال یہ تھا کہ اس شخص کا نسب کیسا ہے؟ میں نے کہا وہ نہایت شریف خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ اس نے پوچھا کیا تم میں سے کسی نے اس سے پہلے نبوت کا دعویٰ کیا تھا؟ میں نے کہا نہیں۔ اس نے پوچھا، کیا اس کے آباءواجداد میں کوئی بادشاہ ہو، گذرا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ اس نے دریافت کیا، اس کی پیروی کرنیوالے بااثر لوگ ہیں یا کمزور؟ میں نے کہا کمزور۔ اس نے سوال کیا، اس کے پیروؤں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے یا کمی؟ میں نے عرض کیا اضافہ ہو رہا ہے۔ اس نے پوچھا، اس کے پیروؤں میں کوئی ایسا بھی ہے جو اس کے دین سے بیزار ہو کر پھر ہو گیا ہو؟ میں نے کہا نہیں۔ اس نے پوچھا، نبوت کے دعوے سے پہلے کبھی تم نے اس

پر جھوٹ کی تہمت لگائی تھی؟ میں نے کہا نہیں۔ اس نے پوچھا، وہ عہد کی خلاف ورزی کرتا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ البتہ اب جو صلح کا معاہدہ اس کے ساتھ ہوا ہے، اس پر دیکھیں کہ وہ قائم رہتا ہے یا نہیں۔ ابوسفیان کہتے ہیں، اس ایک بات کے سوا آپ ﷺ کے بارے میں کوئی بات بھی میں اپنی طرف سے داخل نہ کر سکا۔ اس نے پوچھا، کیا تمہاری کبھی اس سے جنگ ہوئی ہے؟ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں! پوچھا، جنگ کا نتیجہ کیا رہا؟ میں نے کہا جنگ میں کبھی اس کا پلڑا بھاری رہا اور کبھی ہمارا۔ پوچھا، وہ کس بات کا حکم دیتا ہے؟ میں نے کہا وہ کہتا ہے ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، آباء واجداد کی باتیں (جاہلیت) چھوڑ دو، وہ ہمیں نماز پڑھنے، سچ بولنے پاکدامنی اختیار کرنے اور صلۂ رحمی کا حکم دیتا ہے۔

اس گفتگو کے بعد ہرقل نے ترجمان سے کہا ابوسفیان سے کہو میں نے تم سے اس کے نسب کے بارے میں پوچھا تو تم نے کہا کہ وہ شریف النسب ہے اور پیغمبر ہمیشہ شریف خاندان ہی میں مبعوث ہوتے ہیں۔ میں نے پوچھا، کیا اس سے پہلے تم میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا؟ تم نے جواب دیا نہیں۔ اگر اس سے پہلے تم میں سے کسی نے یہ دعویٰ کیا ہوتا تو میں سمجھتا کہ یہ اسی دعوے کا اثر ہے۔ میں نے پوچھا، اس کے آباء واجداد میں کوئی بادشاہ ہوا ہے؟ تو تم نے کہا نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھتا کہ وہ باپ دادا کی (کھوئی ہوئی) سلطنت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ میں نے تم سے دریافت کیا کہ نبوت کے دعوے سے پہلے کبھی تم نے اس پر جھوٹ کی تہمت لگائی تھی؟ تم نے جواب دیا نہیں، میں نہیں سمجھتا کہ جو شخص لوگوں سے جھوٹ نہ بولتا ہو، وہ خدا پر جھوٹ باندھ سکتا ہے! میں نے تم سے سوال کیا کہ بااثر لوگ اس کے پیرو ہیں یا کمزور؟ تم نے جواب دیا کہ کمزور لوگ، اور پیغمبروں کے پیرو ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں۔ میں نے پوچھا اس کے پیروؤں میں اضافہ ہو رہا ہے یا کمی؟ تم نے بتایا اضافہ ہو رہا ہے اور یہی حال ایمان کا ہے کہ وہ بڑھتا ہی رہتا ہے یہاں تک کہ وہ کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ میں نے تم سے پوچھا کہ کوئی شخص اس کے دین کو قبول کرنے کے بعد اس سے بیزار ہو کر پھر جاتا ہے؟ تم نے جواب دیا نہیں اور یہی کیفیت ایمان کی ہے کہ جب وہ دلوں میں نفوذ کر جاتا ہے تو پھر نکلتا نہیں۔ میں نے پوچھا اس نے عہد کی خلاف ورزی کی ہے تم نے کہا نہیں، اور پیغمبروں کا کردار ایسا ہی ہوتا ہے۔ وہ کبھی عہد شکنی نہیں کرتے۔ میں نے تم سے پوچھا وہ کس بات کی تعلیم

دیتا ہے؟ تم نے بتایا کہ وہ ایک اللہ کی عبادت کرنے اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرانے کی تعلیم دیتا ہے، بُت پرستی سے منع کرتا ہے اور نماز پڑھنے، سچ بولنے اور پاکدامنی اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اگر تمہاری یہ باتیں سچ ہیں تو ایک دن اس کا تسلط میرے ان قدموں کی جگہ پر بھی ہوگا۔ مجھے معلوم تھا کہ ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے۔ لیکن میں نہیں سمجھتا تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا۔ اگر میرے لئے اس کی خدمت میں حاضر ہونا ممکن ہوتا تو میں مشکلات کے باوجود ملاقات کرتا اور اگر میں حاضر خدمت ہوتا تو قدم (مبارک) دھونے کا شرف حاصل کرتا۔

اس گفتگو کے بعد ہرقل نے رسول ﷺ کا نامۂ گرامی طلب کیا جو، دحیہ رضی اللہ عنہ نے حاکم بصریٰ کے معرفت بھیجا تھا۔ پڑھا تو اس کا مضمون یہ تھا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ محمد کی طرف سے جو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ یہ خط ہرقل سربراہِ روم کے نام ہے۔ سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اسلام قبول کرلو گے سلامت رہو گے اور اللہ تم کو دُگنا اجر دیگا۔ لیکن اگر تم نے انکار کیا تو اریسیوں (اہلِ ملک) کا گناہ تمہارے سر ہوگا۔ اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے: یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا رب بنائے۔ اگر یہ لوگ بات کو نہ مانیں تو صاف کہہ دو گواہ رہنا ہم مسلم ہیں۔

ابوسفیان کہتے ہیں، جب ہرقل اپنی بات کہہ چکا اور نامۂ رسالت پڑھ کر فارغ ہو گیا تو دربار میں شور اور کہرام مچ گیا۔ اور ہم لوگوں کو باہر نکال دیا گیا۔ باہر نکلنے کے بعد میں نے اپنے رفقاء سے کہا کہ ابن ابی کبشہ (مراد نبی ﷺ) کا معاملہ تو بڑھتا ہی جا رہا ہے یہاں تک کہ اب روم کا بادشاہ بھی اس سے ڈرنے لگا ہے۔ اس واقعہ کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ آپ ﷺ کو عنقریب غلبہ حاصل ہوگا یہاں تک کہ اللہ نے مجھے قبولِ اسلام کی توفیق بخشی۔ (بخاری بدء الوحی)

تشریح

یہ ہے وہ شہادت، جو نبی ﷺ کی سیرت پاک اور آپ کے پیغمبرانہ کردار کے بارے میں قیصرِ روم کے دربار میں ایک شخص نے پیش کی، جو اسلام کا کٹر دشمن اور قبیلۂ قریش کا سردار تھا۔ اس نے آپ کی سچائی اور اخلاق وسیرت کی پاکیزگی کا کھلے بندوں اعتراف کیا اور کسی قابل اعتراض بات کی نشاندہی نہ کرسکا۔ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ ابوسفیان اس وقت اسلام کے دشمن تھے لیکن بعد میں یعنی فتح مکہ کے موقع پر انہوں نے اسلام قبول کیا۔

قیصرِ روم ہرقل عیسائی تھا۔ اس لئے انجیل کی پیشین گوئیوں اور شہادتوں کے مطابق ایک نئے رسول کی آمد کا منتظر تھا۔ اسے جب معلوم ہوگیا کہ حضرت محمد ﷺ رسالت کا دعویٰ کرتے ہیں تو اس نے جاننا چاہا کہ آیا ایک پیغمبر کی جو علامات اور خصوصیات ہوتی ہیں، وہ آپ ﷺ میں موجود ہیں یا نہیں۔ جب اسے اطمینان ہوگیا کہ نبوت کی علامات اور خصوصیات آپ ﷺ کے اندر پائی جاتی ہیں، تو اس نے آپ کو نبی تسلیم کرنے میں کوئی اشکال محسوس نہیں کیا۔ اس اعتراف کے باوجود، وہ مسلمان نہیں ہوا، کیونکہ حکومت اور اقتدار کی مصلحت مانع تھی۔ اس طرح کتنے ہی لوگوں پر حق واضح ہوجاتا ہے لیکن وہ کسی نہ کسی طرح دنیوی مصلحت کی بنا پر یا اس خیال سے کہ اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ دینے کے نتیجہ میں مشکلات سے دوچار ہونا پڑے گا، قبولِ اسلام کے لئے آمادہ نہیں ہوتے۔ نتیجہ یہ کہ خدا کی ہدایت اور فلاحِ آخرت سے وہ محروم رہتے ہیں۔

اسلام چونکہ اللہ کا نازل کردہ دین ہے۔ اور دنیائے انسانیت کی رہنمائی کیلئے نازل ہوا ہے۔ اس لئے اس کے مخاطب شاہ وگدا سبھی ہیں۔ اسی لئے نبی ﷺ نے ۶ھ مطابق ۶۲۸ء میں قیصر وکسریٰ اور دیگر بادشاہوں کو دعوتی خطوط روانہ کئے تھے۔ روم کا بادشاہ ہرقل تھا (روم کے بادشاہوں کا لقب قیصر ہوتا تھا) وہ اس وقت ایلیاء میں موجود تھا۔ شام بھی اسی کے زیرِ حکومت تھا اور شام کا پایۂ تخت بصریٰ تھا۔ نبی ﷺ کا نامۂ مبارک آپ کے صحابی دحیہ کلبی نے بصریٰ کے حاکم کو پہنچایا تھا۔ اور اس نے قیصر کے پاس بھیج دیا تھا۔ ابوسفیان اس وقت تجارت کے سلسلے میں ایک قافلہ کے ساتھ شام گئے تھے۔ قیصر نے ان کو اپنے دربار میں بلایا اور ان سے نبی ﷺ کے بارے میں سوالات کئے، جس کی تفصیل خود ابوسفیان نے اپنے مسلمان ہونے کے بعد بیان کی۔

اوصافِ حمیدہ۔ بعثت سے پہلے

حدیث

عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّهَا قَالَتْ .... فَرَجَعَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَرْجُفُ فُؤَادُهُ فَدَخَلَ عَلٰى خَدِيْجَةَ فَقَالَ زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ فَزَمَّلُوْهُ حَتّٰى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ فَقَالَ لِخَدِيْجَةَ وَاَخْبَرَهَا الْخَبَرَ لَقَدْ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ فَقَالَتْ خَدِيْجَةُ كَلَّا وَاللّٰهِ لَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ ۔ (البخاری بدء الوحی)

ترجمہ

"ام المؤمنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ۔۔۔ پھر رسول اللہ ﷺ (غارِ حراء سے) گھر لوٹے۔ آپ پر کپکپی طاری تھی حضرت خدیجہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے اڑھا دو، مجھے اڑھا دو، چنانچہ آپ کو اڑھا دیا گیا۔ جب خوف جاتا رہا تو آپ نے خدیجہ کو سارا ماجرا سنایا اور فرمایا مجھے اپنی جان کا خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔ خدیجہ نے کہا ہرگز نہیں، اللہ کی قسم وہ آپ کو ہرگز رُسوا نہ کریگا، آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، دوسروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، محتاجوں کے کام آتے ہیں، مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں اور راہِ حق کی مصیبتوں میں مدد کرتے ہیں۔" (البخاری بدء الوحی)

تشریح

نبی ﷺ پر جب وحی نازل ہوئی تو فرشتہ کو دیکھنے کا یہ پہلا ہی اتفاق تھا، اس لئے آپ قدرتی طور پر خوفزدہ ہوگئے اور گھر پہنچ کر حضرت خدیجہ کو سارا ماجرا سنایا۔ حضرت خدیجہ آپ کے کریمانہ اخلاق سے اچھی طرح واقف تھیں۔ اس لئے انہوں نے اپنے تاثر کا اظہار کیا کہ ایک نیک بلند اخلاق اور بزرگ شخصیت پر شیطان کا اثر تو ہو نہیں سکتا، اس لئے خدا کی طرف سے خیر ہی کا نزول ہوا ہوگا۔

نبی ﷺ کے اخلاق و کردار کے بارے میں حضرت خدیجہ کا یہ بیان اس بات کا ثبوت ہے کہ نبوت سے پہلے بھی آپ کی زندگی نہایت پاکیزہ رہی ہے۔ اور آپ اخلاق کے اونچے مقام پر فائز تھے۔

اخلاقِ عالیہ

حدیث

عَنْ اَنسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقاً۔

(مسلم کتاب الفضائل)

ترجمہ

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اخلاق کے لحاظ سے لوگوں میں سب سے بہتر تھے۔

تشریح

ایک نبی کی شخصیت اخلاق وکردار کے لحاظ سے نہایت عظیم ہوتی ہے۔اور یہ اس کی صداقت کا واضح ثبوت ہوتا ہے،اس لئے اس کو پہچاننے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔

جہاں تک نبی ﷺ کے اخلاق عالیہ کا تعلق ہے قرآنِ کریم نے خود شہادت دی ہے کہ: اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (اے پیغمبر یقیناً تم اخلاق کے نہایت بلند مرتبہ پر ہو) (القلم:۴)

اور حدیث کی کتابوں میں تو آپ کے مکارمِ اخلاق اور اوصافِ حمیدہ کا ذکر اس تفصیل سے ہوا ہے کہ اس کی کوئی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔جو شخص بھی کھلے ذہن سے سیرت پاک کا مطالعہ کرے گا وہ یہ اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ ﷺ اخلاق کے جس بلند ترین مقام پر فائز تھے دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے!

دشمنوں کے ساتھ حُسن سلوک

حدیث

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : مَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِیْ سُفْیَانَ فَھُوَ آمِنٌ وَمَنْ اَلْقَی السَّلَاحَ فَھُوَ آمِنٌ وَمَنْ اَغْلَقَ بَابَہٗ فَھُوَ آمِنٌ۔ (مسلم کتاب الجہاد)

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (فتح مکہ کے موقع پر فرمایا): جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا اس کو امان ملے گی، جو ہتھیار ڈال دے گا اس کو بھی امان ملے گی اور جو اپنا دروازہ بند کرلے گا اس کو بھی امان ملے گی۔

تشریح

یہ اعلان نبی ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا تھا۔ابوسفیان آپ کا کٹر دشمن ،قریش کا سردار اور لشکرِ کفار کا کمانڈر تھا۔جنگِ اُحد کے موقع پر وہ نبی ﷺ کی جان کے درپے ہوگیا تھا مگر جب نبی ﷺ نے مکہ فتح کرلیا تو اس کی آنکھیں کھل گئیں اور وہ مشرف بہ اسلام ہوا۔نبی ﷺ نے نہ صرف اس کو معاف کیا بلکہ اسے یہ اعزاز بھی بخشا کہ اس کے گھر میں جو بھی داخل ہوگا اس کیلئے امان ہے۔اسی طرح مکہ میں دوسرے دشمنانِ رسول بھی موجود تھے جنہوں نے آپ سے جنگیں لڑی تھیں مگر آپ نے عام معافی کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ اِذْھَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ

”آج تم سے کوئی مواخذہ نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔“

بُرائی کے جواب میں بھلائی

حدیث

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ : كُنْتُ اَدْعُوْ اُمِّیْ اِلَى الاِسْلَامِ وَهِيَ مُشْرِكَةٌ ، فَدَعَوْتُهَا يَوْمًا فَاَسْمَعَتْنِي فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ : مَا اَكْرَهُ . فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَاَنَا اَبْكِيْ. قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! اِنِّيْ كُنْتُ اَدْعُوْ اُمِّی اِلَى الْاِسْلَامِ فَتَابٰى عَلَيَّ .فَدَعَوْتُهَا الْيَوْمَ فَاَسْمَعَتْنِی فِيْکَ مَا اَكْرَهُ. فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَهْدِیَ اُمَّ اَبِیْ هُرَيْرَةَ . فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ (اَللّٰهُمَّ ! اِهْدِ اُمَّ اَبِیْ هُرَيْرَةَ). فَخَرَجْتُ مُسْتَبْشِرًا بِدَعْوَةِ نَبِيِّ اللّٰهِ ﷺ . فَلَمَّا جِئْتُ فَصِرْتُ اِلَى الْبَابِ. فَاِذَا هُوَ مُجَافٌ. فَسَمِعَتْ اُمِّیْ خَشْفَ قَدَمَیَّ . فَقَالَتْ: مَكَانَکَ ! يَا اَبَا هُرَيْرَةَ ! وَ سَمِعْتُ خَضْخَضَةَ الْمَاءِ. قَالَ فَاغْتَسَلَتْ وَلَبِسَتْ دِرْعَهَا وَعَجِلَتْ عَنْ خِمَارِهَا.فَتَحَتِ الْبَابَ. ثُمَّ قَالَتْ: يَا اَبَا هُرَيْرَةَ : اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًاعَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. قَالَ فَرَجَعْتُ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاَتَيْتُهٗ وَاَنَا اَبْكِیْ مِنَ الْفَرَحِ . قَالَ قُلْتُ : يَا رَسُوْ لَ اللّٰهِ ! اَبْشِرْ قَدِ اسْتَجَابَ اللّٰهُ دَعْوَتَکَ وَ هَدٰى اُمَّ اَبِیْ هُرَيْرَةَ. فَحَمِدَاللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَقَالَ خَيْرًا۔ (مسلم کتاب فضائل الصحابۃ)

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ میری ماں مشرکہ تھیں اور میں انہیں اسلام کی دعوت دیا کرتا تھا۔ایک دن جب میں نے ان کے سامنے دعوت پیش کی تو انہوں نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ایسی باتیں سنائیں جن کو سننا میرے لئے ناگوار تھا۔میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روتے ہوئے حاضر ہوا،اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں اپنی والدہ کو اسلام کی طرف بلاتا ہوں تو وہ انکار کرتی ہیں۔ آج میں نے ان کے سامنے دعوت پیش کی تو انہوں نے آپ کی نسبت مجھے ایسی باتیں سنائیں،جن کو میں سننا نہیں چاہتا

تھا۔آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ابو ہریرہ کی والدہ کو ہدایت دے۔رسول اللہ ﷺ نے دعا کی ”خدایا! ابو ہریرہ کی والدہ کو ہدایت دے۔“پیغمبرِ خدا کی اس دعا سے خوش ہو کر میں نکلا اور گھر پہنچا تو دیکھا دروازہ بند ہے۔میری والدہ نے میرے قدموں کی آہٹ سنی تو آواز دی،ابو ہریرہ ٹھہر جاؤ! میں نے پانی کی آواز سنی ۔انہوں نے غسل کر کے کرتا پہن لیا اور جلدی میں اوڑھنی بھی نہیں ملی۔دروازہ کھولا اور بول اٹھیں ابو ہریرہ!(اَشْهَدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًاعَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ)(میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں) یہ سن کر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا،اس حال میں کہ میری آنکھوں سے خوشی کے آنسو جاری تھے۔میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! خوش ہو جایئے کہ اللہ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت بخشی۔آپ نے یہ سن کر اللہ کا شکر ادا کیا،اس کی حمد و ثنا کی اور کلماتِ خیر ارشاد فرمائے۔

تشریح

اس واقعہ کا سب سے زیادہ نمایاں پہلو نبی ﷺ کا یہ کردار ہے کہ ایک خاتون آپ کی شان میں گستاخی کرتی ہے،مگر آپ اس کا کوئی اثر قبول کئے بغیر اس کی ہدایت یابی کیلئے دعا کرتے ہیں۔کردار کی یہی وہ عظمت ہے جس نے لوگوں کو آپ کا گرویدہ بنا دیا تھا۔اور آج بھی ان واقعات کو پڑھ کر سچائی کی زبانیں آپ پر درود وسلام بھیجتی ہیں۔ع

سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سُن کر دعائیں دیں

نادان لوگ سمجھتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا،حالانکہ اسلام کی اشاعت کا راز سیرتِ پاک اور دعوتِ حق میں مضمر ہے۔

واقعہ کا دوسرا پہلو نبی ﷺ کی دعا کی قبولیت ہے کہ آناً فاناً ایک مشرکہ مؤمنہ بن گئی۔تیسرا پہلو یہ ہے کہ ایک بیٹا ماں کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کرتا ہے اور اس کی ہدایت کیلئے بے چین رہتا ہے۔اور چوتھا پہلو یہ ہے کہ ایک داعی کو جب کامیابی نصیب ہوتی ہے تو اس کی آنکھوں سے خوشی کے آنسوں جاری ہو جاتے ہیں اور وہ خدا کا شکر ادا کرتا ہے۔

اسیر کے ساتھ سلوک

حدیث

عَـنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ(رض) قَالَ بَعَثَ النَّبِیُّ ﷺ خَیْلاً قِبَلَ نَجْدٍ فَجَاءَ تْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِیْ حَنِیْفَةَ یُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ اُثَالٍ،فَرَبَطُوْهُ بِسَارِیَةٍ مِّنْ سَوَارِیْ الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ اِلَیْهِ النَّبِیُّ ﷺ فَقَالَ مَا عِنْدَکَ یَاثُمَامَةُ ؟ فَقَالَ عِنْدِیْ خَیْرٌ، یَا مُحَمَّدُ اِنْ تَقْتُلْنِیْ تَقْتُلْ ذَادَمٍ، وَاِنْ تُـنْـعِمْ تُنْعِمْ عَلَی شَاکِرٍ وَاِنْ کُنْتَ تُرِیْدُ الْمَالَ فَسَلْ مِنْهُ مَا شِئْتَ فَتَرَکَ حَتّٰـی کَانَ الْغَدُ ثُمَّ قَالَ لَهُ مَا عِنْدَکَ یَا ثُمَامَةُ؟ قَالَ مَا قُلْتُ لَکَ اِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَی شَـاکِـرٍ۔ فَتَـرَکَهُ حَتّٰی کَانَ بَعْدَ الْغَدِ فَقَالَ مَا عِنْدَکَ یَا ثُمَامَةُ؟ فَقَالَ عِنْدِی مَا قُلْتُ لَکَ فَـقَـالَ اَطْلِقُوْا ثُمَامَةَ فَانْطَلَقَ اِلَی نَخْلٍ قَرِیْبٍ مِّنَ الْمَسْجِدِ، فَاَغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْـمَسْـجِدَ فَقَالَ اَشْهَدُاَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّ سُوْلُ اللّٰهِ۔ وَاللّٰهِ مَاکَانَ عَلَی الْاَرْضِ وَجْهٌ اَبْغَضَ اِلَیَّ مِنْ وَجْهِکَ فَقَدْ اَصْبَحَ وَجْهُکَ اَحَبَّ الْوُجُوْهِ اِلَیَّ، وَاللّٰهِ مَا کَانَ مِنْ دِیْنٍ اَبْغَضَ اِلَیَّ مِنْ دِیْنِکَ فَاَصْبَحَ دِیْنُکَ اَحَبَّ الدِّیْنِ اِلَیَّ، وَاللّٰهِ مَـاکَانَ مِنْ بَلَدٍ اَبْغَضَ اِلَیَّ مِنْ بَلَدِکَ فَاَصْبَحَ بَلَدُکَ اَحَبَّ الْبِلَادِ اِلَیَّ۔(البخاری کتاب المغازی)

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے سواروں پر مشتمل ایک لشکر نجد کی طرف بھیجا۔ یہ سوار بنی حنیفہ کے ایک شخص ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر کے لائے اور اسے مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ نبی ﷺ اس کے پاس تشریف لائے اور پوچھا ثمامہ! تمہارا کیا گمان ہے؟ اس نے کہا میرا گمان اچھا ہے۔ اے محمد! اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو ایک مستحقِ قتل کو قتل کریں گے۔ اور اگر احسان کریں گے تو ایک شکر گذار پر احسان کریں گے۔ اور اگر زرِ فدیہ چاہتے ہیں تو جتنا چاہیں مانگ سکتے ہیں۔ لیکن آپ ﷺ

نے اس کو اسی حال میں چھوڑ دیا۔

دوسرے روز پھر تشریف لائے اور پوچھا ثمامہ! تمہارا کیا گمان ہے؟ اس نے کہا وہی جو میں عرض کر چکا ہوں کہ اگر آپ احسان کریں گے تو ایک شکر گذار پر احسان کریں گے۔ آپ نے اس کو اس روز بھی اسی حال پر چھوڑ دیا۔

تیسرے روز پھر آپ ﷺ تشریف لائے اور پوچھا: ثمامہ! تمہارا کیا گمان ہے؟ اس نے کہا وہی جو میں عرض کر چکا ہوں۔ یہ جواب سن کر آپ ﷺ نے اس کو رہا کرنے کا حکم دیا۔ ثمامہ (آزاد ہوتے ہی) مسجد کے قریب ایک کھجور کے درخت کے پاس گیا اور (اس کی آڑ میں) غسل کیا۔ غسل سے فارغ ہو کر مسجد میں آئے اور کلمہ پڑھا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّااِلٰـهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں)۔ اور عرض کیا "اے محمد! قسم بخدا میری نظر میں روئے زمین پر کوئی صورت آپ کی صورت سے زیادہ قابل نفرت نہ تھی، لیکن اب میری نظر میں آپ کی صورت سب سے زیادہ محبوب ہے۔ خدا کی قسم کوئی دین میرے نزدیک آپ کے دین سے زیادہ قابل نفرت نہ تھا، لیکن اب آپ کا دین مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اللہ کی قسم کوئی شہر میرے نزدیک آپ ﷺ کے شہر سے زیادہ ناپسندیدہ نہ تھا، لیکن آج آپ کا شہر مجھے تمام شہروں سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (بخاری، کتاب المغازی)

تشریح

بنی حنیفہ ایک طاقتور قبیلہ تھا جو یمن کے قریب یمامہ میں رہتا تھا۔ ثمامہ اس قبیلہ کا سردار تھا، جب وہ گرفتار ہو کر مدینہ آیا تو اسے مسجد نبوی کے ستون سے باندھ دیا گیا۔ مسجد کے مقدس ماحول میں اسے اسلام کے طریقۂ عبادت اور اسلامی سوسائٹی کو دیکھنے اور سمجھنے کا موقع ملا۔ اور نبی ﷺ کے حسنِ سلوک سے وہ اس قدر متاثر ہوا کہ رہا ہوتے ہی اس نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ اب اس کا زاویہ نگاہ بدل چکا تھا اور اس کے جذبات میں ایک انقلاب آ گیا تھا۔ جو شخصیت اس کی نظر میں سب سے زیادہ مبغوض تھی وہ اب اس کی نظر میں سب سے زیادہ محبوب بن گئی تھی۔ اور جس دین کے بارے میں اس نے ایک متعصبانہ رائے قائم کر لی تھی اب وہی دین اس کا پسندیدہ دین تھا۔

ثمامہ نے اسیری کی بدولت ایمان کی نعمت پائی اور حقیقت یہ ہے کہ زندگی کی ٹھوکریں اندر کے انسان کو جگانے کا باعث بنتی ہیں، بشرطیکہ اس کا ضمیر بالکل مردہ نہ ہو گیا ہو۔

کافروں اور مشرکوں کے ساتھ حسن سلوک

حدیث

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ ضَافَهُ ضَیْفٌ کَافِرٌ فَاَمَرَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِشَاۃٍ فَحُلِبَتْ فَشَرِبَ ثُمَّ اُخْرٰی فَشَرِبَهٗ ثُمَّ اُخْرٰی فَشَرِبَهٗ ثُمَّ اُخْرٰی حَتّٰی شَرِبَ حِلَابَ سَبْعِ شِیَاۃٍ ثُمَّ اَصْبَحَ مِنَ الْغَدِ فَاَسْلَمَ فَاَمَرَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِشَاۃٍ فَحُلِبَتْ فَشَرِبَ حِلَابَهَا ثُمَّ اَمَرَ لَهٗ بِاُخْرٰی فَلَمْ یَسْتَتِمَّهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : اَلْمُؤْمِنُ یَشْرَبُ فِیْ مِعًی وَاحِدٍ وَالْکَافِرُ یَشْرَبُ فِیْ سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ ۔ (ترمذی ۔ ابوابُ الاطعمة)

ترجمہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک رات ایک کافر مہمان رسول اللہ ﷺ کے ہاں آیا۔ آپ ﷺ نے بکری کے دودھ سے اس کی تواضع کرنے کیلئے فرمایا، چنانچہ ایک بکری کا دودھ دوہا گیا اور اس کی خدمت میں پیش کیا گیا، جسے اس نے پی لیا۔ پھر دوسری بکری کا دودھ پیش کیا گیا اور اسے بھی اس نے پی لیا۔ پھر تیسری بکری کا دودھ پیش کیا گیا اور اسے بھی اس نے پی لیا۔ اس طرح اس نے سات بکریوں کا دودھ پی لیا، صبح ہوئی تو اس نے اسلام قبول کرلیا۔ آپ ﷺ نے اس کی خدمت میں بکری کا دودھ پیش کرنے کی ہدایت فرمائی چنانچہ دودھ دوہا گیا اور اس کی خدمت میں پیش کیا گیا جسے اس نے پی لیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ دوسری بکری کا دودھ پیش کیا جائے لیکن اس نے پورا نہیں پیا۔ (یہ دیکھ کر) آپ ﷺ نے فرمایا، مؤمن ایک آنت میں پیتا ہے لیکن کافر سات آنتوں میں۔ (ترمذی۔ابواب الاطعمہ)

تشریح

یہ تھا نبی ﷺ کا اپنے کافر مہمان کے ساتھ سلوک جس نے اُسے اس قدر متاثر کیا کہ وہ مسلمان ہو گیا۔

ایک کافر کے سات آنتوں میں پینے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی دنیا پرستانہ نفسیات کی بناء پر وہ کھانے پینے کے معاملہ میں حریص ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے ایک مؤمن (خدا کا وفادار بندہ) اپنی مؤمنانہ نفسیات کی بنا پر کھانے پینے کے معاملات میں اعتدال پسند ہوتا ہے۔

حدیث

عَنْ اَسْمَاءَ ابْنَةِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا قَالَتْ اَتَتْنِیْ اُمِّیْ رَاغِبَةً فِیْ عَهْدِ النَّبِیِّ ﷺ ، فَسَاَلْتُ النَّبِیَّ ﷺ أَ اَصِلُهَا ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ ابْنُ عُیَیْنَةَ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْهَا: لَا یَنْهَاکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ ۔ (بخاری کتاب الادب)

ترجمہ

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ کے زمانے میں میری والدہ (جو مشرکہ تھیں) حُسنِ سلوک کی طلب میں میرے پاس (مدینہ) تشریف لائیں۔ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا کیا میں اپنی والدہ کے ساتھ نیک سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں ان کے ساتھ بہتر سلوک کرو۔

راوی ابن عیینہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں (سورۂ ممتحنہ کی) آیت لَا یَنْهَاکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ نازل فرمائی۔"

تشریح

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو اپنی والدہ کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے میں اسلئے تامل ہو رہا تھا کہ وہ مشرکہ تھیں، لیکن نبی ﷺ نے انہیں اس کی اجازت دیدی۔ یہ واقعہ جیسا کہ دیگر روایات میں صراحت ہے، صلح حدیبیہ کے زمانہ میں پیش آیا۔

سورۂ ممتحنہ کی آیت ۸ جس کو راوی نے مشرکوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے کی تائید میں پیش کیا ہے۔

"اللہ تم کو ان لوگوں کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے تم سے دین کے

معاملہ میں نہ جنگ کی اور نہ تمہیں گھروں سے نکال باہر کیا۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

اس سے واضح ہوا کہ اسلام عام مشرکین کے ساتھ انسانیت اور اخلاق کا برتاؤ کرنے سے نہیں روکتا۔ اس لئے ان احکام کو جو برسرِ جنگ مشرک قوم کے سلسلہ میں دیئے گئے ہیں، عام مشرکین یا غیر مسلموں پر چسپاں کرنا صحیح نہیں ہے۔

عام انسان کی طرح رہنا

حدیث

''عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَعُوْدُ الْمَرِیْضَ وَیَشْھَدُ الْجَنَازَۃَ وَ یَرْکَبُ الْحِمَارَ وَیُجِیْبُ دَعْوَۃَ الْعَبْدِ''۔ (شمائل الترمذی)

ترجمہ

''حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیمار کی عیادت کرتے، جنازہ میں شرکت فرماتے، گدھے پر سواری کرتے اور غلام کی دعوت قبول کرتے تھے۔''

تشریح

یعنی دنیا کی بلند ترین شخصیت ہونے کے باوجود آپ ایک عام آدمی کی طرح رہتے تھے۔ تکبر اور تکلفات سے بالکل پاک۔ چنانچہ آپ بیمار کی عیادت کو بھی تشریف لے جاتے اور جنازہ میں شرکت بھی فرماتے۔ گدھے کی سواری اس وقت عام تھی، اس لئے بے تکلف اس سواری کو استعمال فرماتے تھے۔ اسی طرح کسی غلام کی دعوت قبول کرنے میں آپ پس وپیش نہیں کرتے تھے۔

حدیث

عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمْ یَکُنْ شَخَصٌ اَحَبَّ اِلَیْھِمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: وَ کَانُوْا اِذَا رَاَوْہُ لَمْ یَقُوْمُوْا لِمَا یَعْلَمُوْنَ مِنْ کَرَاھِیَّتِہٖ لِذٰلِکَ ۔ (شمائل الترمذی)

ترجمہ

حضرت انس فرماتے ہیں کہ صحابہ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبوب کوئی نہیں تھا۔ اس

کے باوجود آپ کو دیکھ کر وہ کھڑے نہیں ہوتے تھے، کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ یہ طریقہ آپ کو ناپسند ہے۔

تشریح

نبی ﷺ کے احترام میں صحابہ کرام کھڑے نہیں ہوتے تھے، اس لئے کہ یہ طریقہ آپ کو پسند نہیں تھا۔ یہ آپ کی عظمت کا ثبوت ہے، ورنہ کم ظرف انسان یہی چاہتا ہے کہ اس کے احترام میں لوگ کھڑے ہوجائیں جس کا مشاہدہ ہم اپنے ماحول میں کرتے ہیں۔

شرم وحیاء کا پیکر

حدیث

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیْ قال: کَانَ النَّبِیُّ ﷺ اَشَدَّ حَیَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِیْ خِدْرِھَا۔

(بخاری کتاب احادیث الانبیاء)

ترجمہ

ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیادار تھے۔

تشریح

شرم وحیاء ایک اعلیٰ اخلاقی قدر ہے۔ جس شخص میں یہ صفت موجود ہو وہ برائی پر انقباض محسوس کرنے لگتا ہے اور اسے دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔ اس لئے یہ صفت اس کی عزت وآبرو کی محافظ بن جاتی ہے اور عورتوں میں یہ صفت ان کی زینت کا باعث ہے۔

نبی ﷺ میں یہ صفت بدرجہ اتم موجود تھی، گویا آپ پیکر حیاء تھے، چنانچہ جب کوئی چیز آپ ﷺ کو ناگوار ہوتی تو اس کا اثر فوراً چہرہ سے ظاہر ہوجاتا تھا۔ اور کسی کے سامنے یا مجلس میں کوئی ایسی بات نہیں کہتے جو اس کو ناگوار ہوتی۔ اخلاق ومروت کی یہ کتنی بہترین مثال ہے۔

بلندئ اخلاق

حدیث

عَنْ اَنَسٍ قَالَ خَدَمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَشْرَ سِنِيْنَ فَمَا قَالَ لِیْ اُفٍّ قَطُّ وَمَا قَالَ لِشَیْءٍ صَنَعْتُهُ لِمَ صَنَعْتَهُ ؟ وَلَا لِشَیْءٍ تَرَکْتُهُ لِمَ تَرَکْتَهُ. (ترمذی ابواب الصلة)

ترجمه

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال تک نبی ﷺ کی خدمت کی۔آپ ﷺ نے مجھے کبھی اونہہ تک نہیں کہا۔اور نہ کسی کام کے بارے میں یہ فرمایا کہ یہ کیوں کیا اور کسی کام کے نہ کرنے پر یہ بھی نہیں فرمایا کہ یہ کیوں نہیں کیا۔

تشریح

نبی ﷺ کی وسعتِ اخلاق کے بارے میں یہ شہادت ہے اس شخص کی، جس نے آپؐ کی خدمت میں دس سال گزارے۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ اپنے ذاتی معاملات میں نہایت سنجیدہ اور خوش مزاج تھے اور جزئیات پر کبھی آپؐ گرفت نہ فرماتے۔

وسیع القلبی

حدیث

عَنْ جَابِرٍ قَالَ مَا سُئِلَ النَّبِیُّ ﷺ عَنْ شَیْءٍ قَطُّ فَقَالَ لَا. (بخاری کتاب الادب)

ترجمه

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ نبی ﷺ سے کوئی چیز مانگی گئی ہو، اور آپ نے دینے سے انکار فرمایا ہو۔

تشریح

اس سے آپ کی وسیع القلبی، جود وسخا اور کردار کی بلندی کا اندازہ ہوتا ہے۔جس شخص کی زبان سے کبھی کسی چیز کے مانگنے پر ''نہیں'' کا لفظ نہیں نکلا ہو، وہ غیر معمولی کردار ہی کا انسان ہو سکتا ہے۔

حدیث

عَنْ اَبِی هريرة قال قال رسول الله ﷺ : لَوْ کَانَ لِیْ مِثْلُ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا يَسُرُّنِیْ أن يَمُرَّ عَلَیَّ ثَلَاثٌ وَ عِنْدِیْ مِنْهُ شَیْ ءٌ اِلَّاشَیْءٌ اَرْصِدُهُ لِدَيْنٍ - (بخاری کتاب الاستقراض)

ترجمه

ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر میرے پاس اُحد (پہاڑ) کے بقدر سونا ہو تو بھی میں یہ پسند نہ کروں گا کہ تین راتیں اس حال میں گزر جائیں کہ میرے پاس اس میں سے کچھ بچا رہے، سوائے اس کے جو میں قرض کی ادائیگی کیلئے رکھ چھوڑوں۔

انفاق اور فیاضی

حدیث

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (رض) قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَجْوَدَ النَّاسِ وَکَانَ اَجْوَدَ مَا يَکُوْنُ فِیْ رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ وَکَانَ يَلْقَاهُ فِیْ کُلِّ لَيْلَةٍمِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْاٰنَ فَلَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْ سَلَةِ.

(بخاری بدء الوحی)

ترجمہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ فیاض تھے۔ اور آپ ﷺ کی فیاضی رمضان میں اور زیادہ ہوتی، جب کہ جبرئیل علیہ السلام آپ سے ملاقات فرماتے۔ جبرئیل علیہ السلام رمضان کی ہر شب آپ ﷺ سے ملاقات کرتے اور قرآن ساتھ مل کر پڑھتے۔ ان دنوں رسول اللہ ﷺ کی فیاضی بادِ صرصر سے بھی زیادہ تیز ہو جایا کرتی۔"

تشریح

فیاضی اور سخاوت تو گویا نبی ﷺ کی فطرت ہی میں داخل تھی، لیکن رمضان میں یہ وصف درجۂ کمال کو پہنچ جایا کرتا تھا۔ کیونکہ اس مہینہ میں آپ روزانہ شب کو جبرئیل فرشتہ کے ساتھ مل کر قرآنِ کریم کا دور فرماتے۔ گویا رحمت و مواساۃ کے جذبات کا امنڈ آنا اور نیکی اور بھلائی کے کاموں میں سرگرم ہو جانا تلاوتِ قرآن کا براہِ راست اثر اور فیضان ہے۔

حدیث

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهَا اَنَّهُمْ ذَبَحُوا شَاةً فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَابَقِيَ مِنهَا؟ قَالَتْ مَا بَقِيَ مِنهَا اِلَّا كَتِفُهَا، قَالَ بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرُ كَتِفِهَا۔ (ترمذی)

ترجمہ

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ لوگوں نے ایک بکری ذبح کی۔ نبی ﷺ نے پوچھا کیا بچ گیا ہے؟ میں نے کہا سوائے دست کے کچھ بچا نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا سوائے دست کے سب کچھ بچ گیا۔"

تشریح

بکری کو ذبح کرنے کے بعد اس کا گوشت صدقہ کر دیا گیا تھا اور صرف دست کا گوشت بچ گیا تھا۔ اس

موقع پر آپ نے اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا کہ جو مال اللہ کی خاطر صدقہ کیا جائے وہ باقی رہنے والا ہے، کیونکہ کے آخرت کی بنک میں وہ سب جمع ہو جاتا ہے۔ اور قیامت کے دن اس کی پوری جزاء صدقہ کرنے والے کو ملے گی۔ لیکن انسان نے جو کچھ یہاں کھا پی کر ختم کیا وہ واقعی ختم ہو گیا۔ لہٰذا جو لوگ دنیا میں دولت جمع کرتے ہیں وہ درحقیقت جمع نہیں کرتے بلکہ کھو دیتے ہیں اس کے برخلاف جو لوگ اللہ کی راہ میں انفاق کرتے ہیں وہ کھوتے نہیں بلکہ آنے والی دنیا (آخرت) میں اپنے لئے ذخیرہ کرتے ہیں۔

حدیث

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ (رض) اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ ، وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ ۔ (مسلم)

ترجمہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صدقہ مال کو گھٹاتا نہیں۔ جو بندہ درگذر سے کام لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ فرماتا ہے۔ اور جو شخص اللہ کی خاطر انکساری اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو رفعت عطاء فرماتا ہے۔

کثرتِ عبادت

حدیث

عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَلّٰی حَتّٰی اِنْتَفَخَتْ قَدَمَاهُ فَقِيلَ لَهُ اَتَتَكَلَّفُ هٰذَا وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَکَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَأَخَّرَ فَقَالَ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْداً شَكُوْرًا ۔

(مسلم کتاب صفة القيامة)

ترجمہ

حضرت مغیرہ بن شعبہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ (بڑی کثرت سے) نماز پڑھتے تھے یہاں تک کہ آپ کے پیر سوج جاتے تھے۔ کسی نے عرض کیا کہ آپ ﷺ اس قدر تکلیف اٹھاتے ہیں حالانکہ آپ ﷺ کے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیئے گئے ہیں؟ فرمایا: کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنوں؟

تشریح

اس حدیث سے نبی ﷺ کی سیرت مبارکہ کا یہ پہلو سامنے آتا ہے کہ آپ ﷺ کو عبادت کا حد درجہ شوق تھا یہاں تک کہ کثرتِ نوافل کی وجہ سے آپ ﷺ کے قدم متورم ہوجاتے۔ رات کا خاصا وقت عبادت میں گذارنا آپ ﷺ کا معمول تھا اور اس شب بیداری اور قیام لیل کے پیچھے جو جذبہ کارفرما تھا وہ بندگی اور شکرگذاری کا تھا۔ یہ جذبہ انسان میں جتنا زیادہ ہوگا اتنا ہی زیادہ وہ اللہ کا قرب حاصل کر سکے گا۔

بدکلامی سے پرہیز

حدیث

عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ الْجَدْلِیْ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ خُلُقِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَتْ لَمْ یَکُنْ فَاحِشاً وَلَا مُتَفَحِّشاً وَلَا صَخَّاباً فِی الْاَسْوَاقِ وَلَا یَجزِی بِالسَّیِّئَةِ اَلسَّیِّئَةَ وَلٰکِنْ یَعْفُوْ وَیَصْفَحُ۔ (ترمذی ابواب الصلة)

ترجمہ

ابوعبداللہ جدلی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا آپ ﷺ نہ فحش گو تھے اور نہ بدکلام۔ آپ ﷺ بازاروں میں چیختے چلاتے نہ تھے اور نہ کبھی آپ ﷺ نے بُرائی کا بدلہ برائی سے دیا۔ بلکہ آپ ﷺ معاف فرماتے اور درگذر سے کام لیتے۔

تشریح

فحش گوئی اور بدزبانی اخلاق وشریعت کے منافی ہے اور بے حیائی کی باتوں کو زبان پر لانے سے ماحول پر بُرا اثر ہی پڑتا ہے، اس سے پرہیز ضروری ہے۔ نبی ﷺ تو شرم وحیا کا پیکر تھے۔ اس لئے آپ ﷺ کی زبان مبارک پر پاکیزہ باتیں ہی ہوتیں اور بازاروں میں بھی آپ سنجیدگی اور وقار کا دامن نہ چھوڑتے تھے۔

حدیث

عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمْ یَکُنِ النَّبِیُّ ﷺ سَبَّاباً وَلَا فَحَّاشاً وَلَا لَعَّاناً کَانَ یَقُوْلُ عِنْدَ الْمَعْتَبَةِ مَالَهُ تَرِبَ جَبِیْنُهُ۔ (بخاری کتاب الادب)

ترجمہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کی زبان گالی گلوج فحش گوئی اور لعنت ملامت سے پاک تھی۔ کسی پر غصہ ہوتے تو صرف اتنا کہتے کہ اسے کیا ہوگیا ہے اس کی پیشانی خاک آلود ہو۔

توکل

حدیث

عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِاللّٰہِ اَنَّهُ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قِبَلَ نَجْدٍ فَلَمَّا قَفَلَ رَسُوْلُ ﷺ قَفَلَ مَعَهُ فَاَدْرَکَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِیْ وَادٍ کَثِیْرِ الْعُضَاةِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِی الْعِضَاةِ یَتَظَلَّلُوْنَ بِالشَّجَرِ، وَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ تَحْتَ سَمُرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَیْفَهُ فَنِمْنَا نَوْمَةً ثُمَّ اِذَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَدْعُوْنَا فَجِئْنَاهُ. فَاِذَا عِنْدَهُ اِعْرَابِیٌّ جَالِسٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ سَیْفِیْ وَاَنَا نَائِمٌ فَاسْتَیْقَظْتُ وَهُوَ فِیْ یَدِهٖ صَلْتاً. فَقَالَ لِیْ مَنْ یَّمْنَعُکَ مِنِّیْ. قُلْتُ : اَللّٰہُ فَهَا هُوَ ذَا جَالِسٌ ثُمَّ لَمْ یُعَاقِبْهُ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ . (بخاری کتاب المغازی)

ترجمہ

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جہاد کے سلسلہ میں نجد کی طرف ایک سفر کیا تھا جس میں وہ خود بھی شریک تھے۔ ان کا بیان ہے کہ جب آپ واپس روانہ ہوئے تو میں بھی آپ کے ہمسفر تھا۔ دورانِ سفر آپ ﷺ قیلولہ کی غرض سے ایک وادی میں جہاں چھاؤں کے بہ کثرت درخت تھے اتر پڑے اور صحابہ جھاڑیوں میں ادھر ادھر درخت کے سایہ میں چلے گئے۔ آپ ﷺ بھی کیکر کے ایک درخت کے نیچے استراحت فرما ہوئے۔ آپ ﷺ نے اپنی تلوار درخت سے لٹکا دی تھی۔ ہم لوگ تھوڑی دیر کے لئے سو گئے۔ دفعتہً رسول اللہ ﷺ کی آواز سنی، آپ ہمیں بلا رہے تھے۔ جب ہم آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کے پاس ایک بدو بیٹھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

میں سو رہا تھا کہ اس شخص نے میری تلوار کھینچ لی۔ میں فوراً بیدار ہوا۔ دیکھا تو اس کے ہاتھ میں تلوار بے نیام ہے۔ اور کہہ رہا ہے کہ تمہیں مجھ سے کون بچائے گا۔ میں نے کہا اللہ، (یہ سنتے ہی تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی اور میں نے اسے اٹھالیا) تو دیکھو یہ وہی شخص ہے جو سامنے بیٹھا ہے اس کے بعد آپ ﷺ نے اس سے بدلہ نہیں لیا۔

تشریح

توکل اور عزم واستقلال کی کتنی اونچی مثال ہے یہ! اس پُر خطر حالت میں بھی آپ ﷺ پریشان نہیں ہوئے، بلکہ پورے اطمینان کے ساتھ جواب دیا کہ مجھے اللہ ہی بچائے گا۔ اور واقعی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بچایا۔ اس موقع پر آپ ﷺ کے کردار کا ایک اور پہلو بھی روشن ہوا۔ اور وہ یہ کہ آپ ﷺ نے اپنی جان کے دشمن پر قابو پانے کے بعد اس سے بدلہ نہیں لیا۔ کردار کی یہی بلندی تھی جس نے با کردار لوگ پیدا کئے۔

نبی ﷺ کی سادہ زندگی

حدیث

عَنْ مَالِکِ بْنِ دِیْنَارٍ: مَا شَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مِنْ خُبْزٍ قَطُّ وَلَا لَحْمٍ اِلَّا عَلٰی ضَفَفٍ. (شمائل الترمذی)

ترجمہ

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے روٹی یا گوشت شکم سیر ہو کر نہیں کھایا، الّا یہ کہ آپ لوگوں کے ساتھ کھانا کھا رہے ہوں۔

حدیث

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَبِیْتُ اللَّیَالِیَ الْمُتَتَابِعَةَ طَاوِیًا ھُوَ وَاَھْلُهٗ لَا یَجِدُوْنَ عَشَاءً وَکَانَ اَکْثَرُ خُبْزِھِمْ خُبْزَ الشَّعِیْرِ. (شمائل الترمذی)

ترجمہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسلسل کئی راتیں بھوک کی حالت میں گذارتے۔ آپ ﷺ کو اور آپ کے اہل وعیال کو رات کا کھانا میسر نہ آتا، حالانکہ جو روٹی آپ تناول فرماتے وہ عموماً جو کی ہوا کرتی تھی۔

حدیث

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِی قَالَ: اَخْرَجَتْ لَنَا عَائِشَةُ (رض) کِسَاءً وَّ اِزَارًا غَلِیْظًا. قَالَتْ قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِیْ ھٰذَیْنِ. (بخاری)

ترجمہ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں ایک چادر اور ایک موٹی تہ بند نکال کر دکھائی اور فرمایا، رسول اللہ ﷺ نے ان دو کپڑوں میں وفات پائی۔

حدیث

عَنۡ عَائِشَةَ (رض) قَالَتۡ اِنَّمَا كَانَ فِرَاشُ رَسُوۡلِ اللّٰهِ ﷺ الَّذِیۡ یَنَامُ عَلَیۡهِ مِنۡ اَدَمٍ حَشۡوُهٗ لِیۡفٌ. (شمائل الترمذی، بخاری)

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا بستر، جس کو آپ سونے کے لئے استعمال فرماتے چمڑے کا تھا، جس میں کھجور کا ریشہ بھرا ہوا تھا۔

تشریح

یہ ہے اس عظیم شخصیت کی سادہ زندگی کی ایک جھلک، جس نے بادشاہی میں بھی فقیری کی۔ خوردونوش، لباس، رہن سہن، غرضیکہ ہر معاملہ میں آپ ﷺ سادگی اور بے تکلفی کو پسند فرماتے۔ اور جو کچھ میسر آتا اس پر قناعت کرتے۔ اور ایسی صورت میں بھی فیاضی سے کام لیتے۔ چنانچہ آپ نے اپنے لئے کبھی مال جمع نہیں کیا۔ کھانے میں معمولی چیزیں مثلاً جو کی روٹی اور کھجوریں ہوتی تھیں۔ لیکن کبھی کبھی تو یہ چیزیں بھی میسر نہ آتیں اور رات کو بھوکے پیٹ ہی سو جاتے، لباس بہت معمولی ہوتا۔ اور اس وقت کے رواج کے مطابق ایک تہ بند اور چادر، اسی طرح آپ کا بستر بھی کھجور کے ریشوں سے بنا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے اپنے پیچھے کوئی مال نہیں چھوڑا، بلکہ آپ ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی، سادگی، بے تکلفی، قناعت پسندی اور استغناء کا یہ کتنا بہترین نمونہ ہے اور آخرت کی زندگی کو دنیوی زندگی پر ترجیح دینے کی یہ کتنی اچھی مثال ہے!

کم خوری
اور
معمولی غذا پر اکتفاء

حدیث

عَنۡ عَائِشَةَ قَالَتۡ لَقَدۡ مَاتَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ وَمَا شَبِعَ مِنۡ خُبۡزٍ وَزَیۡتٍ فِیۡ یَوۡمٍ وَاحِدٍ مَرَّتَیۡنِ. (مسلم کتابُ الزهد)

ترجمہ

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس حال میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ آپؐ نے کبھی دن میں دو مرتبہ سیر ہو کر روٹی اور روغن نہیں کھایا۔

حدیث

عَنۡ عَائِشَةَ قَالَتۡ اِنَّا كُنَّا آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ لَنَمۡكُثُ شَهۡرًا مَا نَسۡتَوۡقِدُ بِنَارٍ. اِنۡ هُوَ اِلَّا التَّمۡرُ وَالۡمَاءُ. (مسلم کتاب الزهد)

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم محمد ﷺ کے گھر والے مہینہ مہینہ اس حال میں گزارتے کہ آگ جلائی نہ جاتی۔ ہماری گزر بسر صرف کھجور اور پانی پر ہوتی تھی۔

کھانے میں عیب نہ نکالنا

حدیث

عَنْ اَبِیْ هُـــرَیْـرَةَ قَالَ مَا عَابَ النَّبِیُّ ﷺ طَعَامًا قَطُّ اِنِ اشْتَهَاهُ اَكَلَهُ وَ اِلَّا تَرَكَهُ. (البخاری کتاب احادیث الانبیاء)

ترجمه

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کبھی کھانے میں عیب نہیں نکالتے تھے۔ اگر پسند ہوتا تو نوش فرمالیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔

تشریح

کھانے میں عیب نکالنے سے نعمت خداوندی کی بھی ناقدری ہوتی ہے اور گھر والوں کو بھی ناگوار ہوتا ہے۔ اس لئے اگر کوئی چیز پسند نہ ہو تو اس کا عیب بیان کرنے کے بجائے اُسے ویسے ہی چھوڑ دینا آدابِ طعام میں سے ہے۔

نبی ﷺ نے مکمل طور سے اسلامی زندگی بسر کرنے کا طریقہ تعلیم فرمایا ہے، حتّٰی کہ کھانے پینے کے آداب بھی سکھائے ہیں۔

عیش و آرام سے بے رغبتی

حدیث

عَنْ عَبْدِ اللّٰہ بن مَسْعُوْدٍ قَالَ نَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَلَی حَصِیْرٍ فقامَ وَقَدْ اَثَّرَ فِیْ جَنْبِہٖ، فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَوِ اتَّخَذْنَا لَکَ وِطَاءً ، فَقَالَ مَالِيَ وَ لِلدُّنْیَا ، مَا اَنَا فِیْ الدُّنْیَا اِلَّا کَرَاکِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ، ثُمَّ رَاحَ وَ تَرَکَھَا. (ترمذی ابواب الزھد)

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ چٹائی پر سو گئے تھے، جب اٹھے تو آپ کے پہلو میں نشان پڑ گئے تھے۔ یہ دیکھ کر ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اگر ہم آپ کے لئے نرم بستر مہیا کریں تو کیا حرج ہے؟ فرمایا مجھے دنیا سے کیا سروکار! دنیا سے میرا واسطہ اتنا ہی ہے جیسے کوئی سوار (مسافر) کسی درخت کے سایہ میں (تھوڑی دیر کیلئے) رک جائے اور پھر اس کو چھوڑ کر چلا جائے۔

تشریح

انسان جب آرام طلب بن جاتا ہے تو دنیا اس پر سوار ہو جاتی ہے اور پھر وہ اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے سلسلہ میں فرض شناشی کا ثبوت دینے کے بجائے سہل نگاری سے کام لینے لگتا ہے۔ نبی ﷺ طبعاً جفاکش تھے اور آپ کی زندگی مجاہدانہ زندگی تھی۔ رہنے سہنے کے معاملہ میں جو کچھ میسر آتا اس پر آپ قناعت کرتے۔ اور کسی قسم کے تکلف کو آپ پسند نہیں فرماتے۔ دنیا میں قیام کی جو مثال آپ نے بیان فرمائی ہے وہ ایک بہت بڑی حقیقت ہے۔ یہ حقیقت اگر انسان کے اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے تو وہ دنیا کے عیش و آرام کے پیچھے پڑنے کے بجائے قناعت پسند اور فرض شناس بن جائے گا۔

گھر والوں کی خدمت

حدیث

عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ مَاکَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَصْنَعُ فِیْ اَھْلِهٖ ؟ قَالَتْ کَانَ فِیْ مِھْنَةِ اَھْلِهٖ فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ قَامَ اِلَی الصَّلٰوةِ .

(بخاری کتاب الادب)

ترجمہ

اسود کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا: نبی ﷺ گھر میں کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: آپ ﷺ گھر والوں کی خدمت میں لگے رہتے تھے۔ اور جب نماز کا وقت ہوجاتا تو نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے۔

تشریح

نبی ﷺ سے اونچا مقام کس کا ہوسکتا ہے؟ لیکن اتنے اونچے مقام کا انسان اپنے گھر والوں کی خدمت کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ خدمت انسان کا مرتبہ گھٹاتی نہیں بلکہ بڑھاتی ہے۔ اس کو عار وہی لوگ سمجھتے ہیں جن کے اندر اپنی بڑائی کا جذبہ ہوتا ہے۔ ایک منکسر المزاج آدمی اپنے ساتھیوں کی خدمت کرکے اُن کے دل موہ لیتا ہے۔

اپنے گھر والوں کی خدمت کے سلسلے میں نبی ﷺ کا طرزِ عمل ایک بہترین اسوہ ہے۔ اس سلسلہ میں قابل لحاظ بات یہ ہے کہ گھر کی مصروفیات نماز میں حائل نہیں ہونی چاہئیں، بلکہ جوں ہی نماز کا وقت ہوجائے آدمی نماز کیلئے اٹھ کھڑا ہو۔ کیونکہ خدا کی عبادت ہر قسم کی انسانی خدمت پر مقدم ہے۔

خدا کے حضور گواہی دینے کا احساس

حدیث

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِقْرَأْ عَلَیَّ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَقْرَأُ عَلَیْکَ وَ عَلَیْکَ اُنْزِلَ قَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهٗ مِنْ غَیْرِیْ فَقَرَأْتُ سُوْرَةَ النِّسَاءِ حَتّٰی بَلَغْتُ وَجِئْنَابِکَ عَلٰی هٰٓؤُلَاءِ شَهِیْدًا قَالَ فَرَاَیْتُ عَیْنَیِ النَّبِیِّ ﷺ تَهْمِلَانِ . (شمائل الترمذی)

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے قرآن سناؤ، میں نے عرض کیا اے رسولِ خدا میں آپ کو قرآن سناؤں، جب کہ قرآن آپ پر نازل ہوا ہے! فرمایا: مجھے دوسروں سے قرآن سننا پسند ہے۔ آپ ﷺ کا یہ ارشاد سن کر میں نے سورۂ نساء سنانی شروع کی اور جب آیت وَجِئْنَابِکَ عَلٰی هٰٓؤُلَاءِ شَهِیْدًا (اور اے پیغمبر ہم تمہیں ان لوگوں پر گواہ بنا کر کھڑا کریں گے۔ ۴۱) پر پہنچا تو دیکھا کہ نبی ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔

تشریح

جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کو قرآن سناتے ہوئے اس آیت (نساء: ۴۱) پر پہنچے تو نبی ﷺ شدتِ تاثر سے آبدیدہ ہوگئے۔ کیونکہ جہاں یہ آیت آپ کیلئے شرف کا باعث ہے وہاں وہ آپ پر ایک عظیم ذمہ داری بھی عائد کرتی ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ہر پیغمبر کو یہ گواہی دینی ہوگی کہ اس نے اللہ کا دین بے کم وکاست ان لوگوں تک پہنچا دیا تھا جن کی طرف وہ بھیجے گئے تھے۔ اور حضرت محمد ﷺ کو بھی یہ گواہی دینی ہوگی۔ اور قرآن صراحت کرتا ہے کہ آپ کی بعثت دنیا کے تمام اقوام کے لئے ہے۔ اور آپ آخری نبی ہیں اس لئے آپ کی رسالت کا دور قیامت تک کیلئے ہے۔

(دعوۃ القرآن ج ا ص ۲۳۰)

نبی ﷺ دنیا سے کس حال میں رخصت ہوئے

حدیث

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ وَدِرْعُهُ مَرْهُوْنَةٌ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ بِثَلَاثِيْنَ يَعْنِيْ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ ۔ (بخاری کتاب المغازی)

ترجمہ

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے اس حال میں وفات پائی کہ آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس (۳۰) صاع جَو کے عوض رہن رکھی ہوئی تھی۔

حدیث

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَمَا فِيْ رَفِّيْ مِنْ شَيْءٍ يَأْكُلُهُ ذُوْ كَبِدٍ اِلَّا شَطْرُ شَعِيْرٍ فِيْ رَفٍّ لِيْ فَأَكَلْتُ مِنْهُ حَتّٰى طَالَ عَلَيَّ فَكِلْتُهُ فَفَنِيَ.

(مسلم کتاب الزھد)

ترجمہ

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس حال میں وفات پائی کہ میری الماری میں کوئی ایسی چیز نہ تھی، جس کو کوئی جاندار کھا سکتا ہو، سوائے تھوڑے سے جَو کے، جو میری الماری میں رکھا ہوا تھا۔ میں اس میں سے بہت دنوں تک کھاتی رہی یہاں تک کہ میں نے اس کو (ایک دن) ناپ لیا۔ جس کے بعد وہ ختم ہو گیا۔

تشریح

نبی ﷺ نے جس وقت وفات پائی ہے پورا عرب آپ کے زیر نگین تھا اور آپ کے اصحاب آپ پر

سب کچھ نچھاور کرنے کیلئے تیار تھے۔ مگر آپ کی قناعت پسندی، استغناء اور فیاضی کا یہ عالم تھا کہ آپ اپنے لئے کچھ بچا کر نہ رکھتے، یہاں تک کہ جب آپ دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو گھر میں تھوڑے سے جَو کے سوا کچھ نہ تھا۔ اور آپ کی زرہ تک رہن رکھی ہوئی تھی۔ حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ آپ کی وفات کے بعد اس جَو میں جو تھوڑی سی مقدار میں تھا ایسی برکت ہوئی کہ بہت دنوں تک چلا۔

نبی ﷺ کے آخری کلمات

حدیث

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَكَانَتْ آخِرُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى. (بخاری کتاب المغازی)

ترجمہ

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آخری کلمات جو نبی ﷺ کی زبان سے نکلے وہ یہ تھے۔ ''خدایا رفیق اعلیٰ''۔ بخاری کی دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں ''فی الرفیق الاعلی'' سب سے برتر رفیق کے پاس۔

تشریح

یہ ہیں وہ الفاظ جو دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے نبی ﷺ کی زبان مبارک سے ادا ہوئے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ خدا سے ملنے کیلئے کس قدر بے چین تھے۔ اللہ ہی سب سے برتر رفیق ہے اور اس کے پاس پہنچنے کی خواہش ہی صحیح معنیٰ میں انسان کی آخری غایت ہے۔

(۲)
تعمیرِ کردار

اسلام میں اخلاق کا مقام

حدیث

عَنْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ مِنْ خِيَارِ كُمْ اَحَا سِنَكُمْ اَخْلَاقًا. (مسلم کتاب الفضائل)

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’تم میں سب سے اچھے لوگ وہ ہیں جن کے اخلاق سب سے اچھے ہیں‘‘۔

تشریح

اسلام نے اخلاق کو جو مقام عطاء کیا ہے اس کا اندازہ کرنے کیلئے یہ ایک حدیث ہی کافی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ انسان کا حقیقی درجہ اس کے اخلاق سے ہی متعین ہوتا ہے۔ اور انسان کو پرکھنے کیلئے اخلاق ہی صحیح کسوٹی ہے۔

مادہ پرستی کے اس دور میں اخلاقی زوال انتہاء کو پہنچ گیا ہے۔ اس لئے اخلاق کے قدر شناس مشکل ہی سے ملیں گے۔ مگر سونا سونا ہے اگرچہ کہ کمیاب ہے۔

حدیث

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا. (ابو داؤد کتابُ السنة)

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اہلِ ایمان میں کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں، جو اخلاق میں زیادہ اچھے ہیں۔

تشریح

واضح ہوا کہ ایمان اور اخلاق کے درمیان گہرا رشتہ ہے۔ جس کا ایمان کامل ہوگا اس کے اخلاق بھی لازماً اچھے ہونگے۔ گویا اخلاق وہ معیار ہے جس سے ایمان کا درجہ متعین ہوتا ہے۔

تقویٰ اور حُسنِ اخلاق

حدیث

عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنْ اَکْثَرِ مَا یُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّۃَ ؟ قَالَ تَقْوَی اللّٰہِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ. وَسُئِلَ عَنْ اَکْثَرِ مَایُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ؟ قَالَ الْفَمُ وَالْفَرْجُ.

(ترمذی ابواب الصلة)

ترجمہ

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے پوچھا، زیادہ تر کون سی چیز لوگوں کو جنت کا مستحق بناتی ہے؟ فرمایا ”اللہ کا ڈر اور حسنِ اخلاق“۔ سائل نے پوچھا اور زیادہ تر کیا چیز لوگوں کو جہنم کا مستحق بناتی ہے۔ فرمایا ”منہ اور شرمگاہ“۔

تشریح

اس حدیث میں جنت اور جہنم کا مستحق بنانے والی باتوں کو جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اللہ کا ڈر (تقویٰ) انسان کو نہ صرف برائیوں سے بچاتا ہے، بلکہ خیر کی راہ اختیار کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ اور حُسنِ اخلاق بندگانِ خدا کے حقوق ادا کرنے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے پر اُبھارتا ہے، لہٰذا جس شخص کے اندر یہ دو اوصاف ہوں گے وہ جنتیوں کے سے کام کرے گا اور اس بنا پر جنت کا مستحق قرار پائے گا۔ اسی طرح جہنم کا مستحق وہ شخص بنتا ہے جو جہنمیوں کے سے کام کرتا ہے۔ اور جہنمیوں کے سے کام کرنے والی چیزیں منہ اور شرمگاہ ہیں، اگر آدمی ان پر کنٹرول نہ کرے! منہ کے ذریعہ آدمی بری باتیں زبان سے نکالتا ہے اور حرام کے لقموں سے اپنا پیٹ بھی بھرتا ہے۔ اسی طرح آدمی اگر اپنی شرمگاہ کے معاملہ میں محتاط نہ رہے تو لذت پرستی اسے بدخُلق بنا دیتی ہے۔ لہٰذا جو شخص اپنے منہ اور شرمگاہ پر کنٹرول کرنا چاہتا ہے وہ تقویٰ اور حسنِ اخلاق کی صفات اپنے اندر پیدا کرے۔

انسان کے اچھے
اور
بُرے ہونے کا معیار

حدیث

عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَ اَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَ اَعْمَالِکُمْ . (مسلم کتاب البر)

ترجمہ

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تمہاری صورتوں اور تمہارے مال کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دل اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔

تشریح

مطلب یہ ہے کہ کسی کے اچھے یا بُرے ہونے کا معیار اس کی شکل وصورت اور اس کی مالی حیثیت نہیں، بلکہ اس کی قلبی کیفیت اور عملی حالت ہے۔ کسی کا اپنی گوری رنگت یا دولت پر فخر کرنا بیکار ہے۔ کیونکہ انسان کا حقیقی حسن اس کی صورت میں نہیں، بلکہ سیرت میں ہے۔ اور اس کا اصل مقام اس کی مالی پوزیشن سے نہیں، بلکہ اخلاقی حالت سے متعین ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں قدر کا مستحق وہی شخص ٹھہرے گا جو خلوصِ قلب اور حُسنِ عمل کا وصف رکھتا ہوگا۔ جس شخص نے یہ وصف اپنے اندر پیدا نہیں کیا ہوگا وہ، خواہ کتنا ہی خوبصورت اور کتنا ہی مالدار کیوں نہ ہو خدا کے نزدیک کسی قدر و قیمت کا مستحق نہ ہوگا۔

سچائی

حدیث

عَنْ عَبْدُ اللّٰہِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : عَلَیْکُمْ بِالصِّدقِ فَاِنَّ الصِّدْقَ یَھْدِیْ اِلٰی الْبِرِّ وَ اِنَّ الْبِرَّ یَھْدِیْ اِلَی الْجَنَّۃِ وَمَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَصْدُقُ وَیَتَحَرَّی الصِّدْقَ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ صِدِّیْقًا وَاِیَّاکُمْ وَالْکَذِبَ فَاِنَّ الْکَذِبَ یَھْدِیْ اِلَی الْفُجُوْرِ وَاِنَّ الْفُجُوْرَ یَھْدِیْ اِلَی النَّارِ وَمَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَکْذِبُ وَیَتَحَرَّی الْکَذِبَ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَاللّٰہِ کَذَّابًا. (مسلم کتاب البر)

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن مسعودرضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: سچائی اختیار کرو کیونکہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اورنیکی جنت کی طرف۔ آدمی سچ بولتا رہتا ہے اورسچائی کو ہی اختیار کرلیتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں صدیق (بڑاسچا) لکھ لیا جاتا ہے۔ جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی جہنم کی طرف لے جاتی ہے۔ آدمی جھوٹ بولتا رہتا اور جھوٹ ہی کو اختیار کرلیتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کذاب (بڑاجھوٹا) لکھ لیا جاتا ہے۔

تشریح

اسلامی اخلاقیات میں اوّلین اہمیت رکھنے والی چیز صدق یعنی سچائی ہے جو کردار کی تعمیر کے لئے بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ جو شخص ہمیشہ سچ بولتا ہے اور ہر سچی بات کو قبول کرنے کیلئے آمادہ رہتا ہے اور اپنے کو صحیح رُخ پر ڈال دیتا ہے، جس کے نتیجہ میں اس کا کردار سچائی کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے اور اس کی زندگی سنور جاتی ہے، ایسا شخص اللہ کی طرف سے آئی ہوئی سچائی کو آگے بڑھ کر قبول کر لیتا ہے۔ کیونکہ جس شخص نے سچائی کا وصف اپنے اندر پیدا کر لیا ہو وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو جو سچائی کا سرچشمہ ہے کس طرح جھٹلا سکتا ہے؟

گویا راست گفتاری انسان کو راست روی پر ڈال دیتی اور وہ اس کی بدولت جنت میں پہنچ جاتا ہے۔ زندگی میں ایسے نازک مواقع آتے ہیں جب کہ انسان کی سچائی کا امتحان ہوتا ہے۔ لیکن جو شخص اللہ کی خاطر نقصان برداشت کرنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے اور سچائی پر قائم رہنے کیلئے ہر طرح کی قربانیاں دیتا ہے وہ مجسم سچائی بن جاتا ہے۔ یہ صدیقیت کا مقام ہے جو انسان کے ارتقا کی آخری منزل ہے۔

برخلاف اس کے جو شخص جھوٹ بولتا ہے وہ اپنے کو غلط رُخ پر ڈال دیتا ہے، جس کے نتیجہ میں غلط ذہنیت پرورش پاتی ہے اور اسے بداخلاق و بدکردار بنا کر چھوڑ دیتی ہے۔ اور آخرت میں اس کا انجام یہ ہوگا کہ اسے جہنم کی سزا بھگتنا ہوگی۔ یہ بھی واقعہ ہے کہ آدمی جھوٹ بولنے لگے تو وہ رفتہ رفتہ جھوٹ کا عادی ہو جاتا ہے۔ اور پھر یہ عادت ہو جاتی ہے کہ وہ زبردست جھوٹا آدمی بن کر رہ جاتا ہے۔

مخلوق پر رحم

حدیث

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : مَنْ لَا یَرْحَمْ لَا یُرْحَمْ . (بخاری کتاب الادب)

ترجمہ

ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔‘‘

حدیث

عَنْ جَرِیْرِبْنِ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : لَا یَرْحَمُ اللّٰہُ مَنْ لَا یَرْحَمُ النَّاسَ. (بخاری کتاب التوحید)

ترجمہ

جریر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔‘‘

تشریح

ان ارشادات میں نہایت مؤثر انداز میں مخلوق پر رحم کرنے اور انسانوں کے ساتھ رحمت وشفقت کا برتاؤ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ یہ اسلام کی رحمتِ عامہ ہے جس کی تعلیم رحمۃ للعالمین نے دی ہے۔انسان انسان ہونے کی حیثیت سے ہمدردی کا مستحق ہے،خواہ اس کا تعلق کسی قوم اور مذہب سے ہو۔اور خدا کی رحمت کے مستحق وہی لوگ قرار پاتے ہیں جو اس کی مخلوق کے حق میں مہربان ہوتے ہیں،لیکن جن کا برتاؤ مخلوق کے ساتھ ظالمانہ ہوتا ہے وہ یہ ثابت کردکھاتے ہیں کہ وہ اللہ کی رحمت کے مستحق نہیں ہیں۔

حدیث

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ. اَلرَّحِمُ شِجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَهَا قَطَعَهُ اللّٰهُ. (ترمذی)

ترجمہ

عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم فرمائے گا۔زمین والوں پر رحم کرو تو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔رحم کا لفظ رحمٰن سے نکلا ہے لہٰذا جو اسے جوڑے گا اللہ اسے جوڑے گا اور جو اسے کاٹے گا اللہ اسے کاٹے گا۔''

تشریح

رحم کا لفظ رحمٰن سے نکلا ہے۔یہ لفظی اشتراک اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ انسان خلقِ خدا پر مہربان ہو،لہٰذا جو لوگ انسانیت کے رشتہ کو جوڑیں گے اللہ تعالیٰ ان سے اپنی رحمت کا رشتہ جوڑے گا۔لیکن جو لوگ انسانیت کے رشتہ کو کاٹیں گے اللہ تعالیٰ ان سے اپنی رحمت کے رشتہ کو کاٹے گا۔انسان کا جیسا عمل ہوگا ویسا ہی نتیجہ اس کے سامنے آئے گا۔

حدیث

عَنْ ابی هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْقَاسِمِ ﷺ يَقُوْلُ: لَا تُنْزَعُ الرَّحْمَةُ اِلَّا مِنْ شَقِيٍّ. (ترمذی)

ترجمہ

ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ میں نے ابوالقاسم (نبی ﷺ کی کنیت) ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا،رحمت اسی شخص کے دل سے نکال لی جاتی ہے جو بد بخت ہو۔

تشریح

مطلب یہ ہے کہ جس کے دل میں رحم کے جذبات نہ ہوں وہ خیر سے محروم ہے۔ایسا شخص انسانیت کے حق میں مضر ثابت ہوتا ہے۔لہٰذا آخرت میں اس کا انجام بُرا ہوگا۔

انسانی ہمدردی

حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ (رض) : قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ، يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَا ابْنَ آدَمَ ! مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِيْ قَالَ: يَا رَبِّ ! كَيْفَ اَعُوْدُكَ وَ اَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ قَالَ: اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِیْ فُلَاناً مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ عُدْتَّهُ لَوَجَدْتَنِيْ عِنْدَهُ. يَا ابْنَ آدَمَ اِسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِيْ قَالَ يَا رَبِّ وَكَيْفَ اُطْعِمُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ. قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّهُ اِسْتَطْعَمَكَ عَبْدِیْ فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ اَمَا عَلِمْتَ اِنَّكَ لَوْ اَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَّ ذٰلِكَ عِنْدِیْ. يَا ابْنَ آدَمَ اِسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِيْ قَالَ يَا رَبِّ! كَيْفَ اَسْقِيْكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ. قَالَ: اِسْتَسْقَاكَ عَبْدِیْ فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهِ اَمَا اَنَّكَ لَوْسَقَيْتَهُ وَجَدْتَّ ذٰلِكَ عِنْدِیْ. (مسلم کتاب البرّ)

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اللہ عزوجل قیامت کے

دن فرمائے گا: اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تو تونے میری عیادت نہیں کی وہ عرض کرے گا۔ اے میرے رب میں تیری کس طرح عیادت کروں جب کہ تو مالکِ کائنات ہے۔ اللہ فرمائے گا تجھے نہیں معلوم میرا فلاں بندہ بیمار ہوگیا تھا لیکن تونے اس کی عیادت نہیں کی۔ کیا تجھے معلوم نہ تھا کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا تھا لیکن تو نے مجھے نہیں کھلایا۔ وہ کہے گا، خدایا میں تجھے کس طرح کھلاتا جب کہ تو جہاں والوں کا رب ہے۔ فرمائے گا تجھے نہیں معلوم میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا، مگر تو نے اسے نہیں کھلایا، اگر تو اسے کھلاتا تو آج (اس نیکی کو) میرے پاس پاتا۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا مگر تو نے مجھے نہیں پلایا۔ وہ کہے گا میں کس طرح تجھے پلاتا جب کہ تو ساری مخلوق کا پروردگار ہے؟ فرمائے گا میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا مگر تو نے اُسے نہیں پلایا۔ اگر تو اُسے پلاتا تو آج اس نیکی کو میرے پاس پاتا۔"

تشریح

یہ حدیث قدسی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے بیمار کی عیادت کرنے اور حاجت مندوں کو کھلانے پلانے کی نہایت لطیف انداز میں ترغیب دی ہے۔ چنانچہ بیمار کی عیادت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عیادت سے اور محتاجوں کی مدد کو اپنی مدد سے تعبیر فرمایا ہے۔ بلاغت کا یہ اسلوب تاثیرِ کلام کی غرض سے اختیار کیا گیا ہے۔ ورنہ یہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نہ کوئی بیماری چھوتی ہے اور نہ بھوک لاحق ہوتی ہے۔ وہ ہر قسم کے نقص سے پاک اور تمام ضرورتوں سے بے نیاز ہے۔ اس اسلوب کی مثالیں قرآن مجید میں بھی موجود ہیں، چنانچہ دین کی مدد کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد سے تعبیر فرمایا ہے۔

اِنْ تَنْصُرُ اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ۔ (محمد: ۷)

اس حدیث سے اس بات پر روشنی پڑتی ہے کہ نیکی کے یہ کام جن کا ذکر نہایت مہتم بالشان طریقہ پر کیا گیا ہے، اللہ کی نگاہ میں نہایت قابل قدر کام ہیں، جن کے ذریعہ اللہ کا قرب اور اس کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے بندوں کو چاہیئے کہ وہ بھی ان کاموں کو عزیز رکھیں اور صرف اللہ سے اجر کی توقع رکھتے ہوئے یہ خدمات انجام دیں۔

بیمار کی مزاج پُرسی اور خبر گیری انسانی ہمدردی (مواساۃ) کا کام ہے۔ اسی طرح بھوکوں اور پیاسوں کو کھلانا پلانا انسانیت اور خدمتِ خلق کے کام ہیں۔ لیکن جب یہ کام رسمی اور نمائشی طور پر انجام نہ دیئے گئے ہوں، بلکہ ان کی پشت پر رضائے الٰہی اور اجرِ آخرت کا جذبہ کارفرما ہو، تو یہ کام حقیقتاً نیکی کے کام اور زبردست اجر کا باعث بن جاتے ہیں۔

یتیموں کی کفالت

حدیث

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اَنَا وَ كَافِلُ الْيَتِيْمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَقَالَ بِاِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى. (بخاری کتابُ الادب)

ترجمہ

سہل بن سعد سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا اس طرح جنت میں ہوں گے۔ آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔"

تشریح

یتیم اسے کہتے ہیں جس کے باپ کا بچپن میں ہی انتقال ہوگیا ہو، ایسے بچے کمزور ہوتے ہیں اور بالعموم کفالت کے محتاج ہوتے ہیں۔ ان کی کفالت کرنا، گویا سماج کے سب سے زیادہ کمزور طبقہ کی کفالت کرنا ہے اس لئے اس کا اجر بھی بہت بڑا ہے۔ قرآن نے یتیموں کے حقوق ادا کرنے کے سخت تاکید کی ہے اور ان کی مدد کرنے کی بڑے مؤثر انداز میں ترغیب دی ہے۔ اور نبی ﷺ کا تو لقب ہی ع

یتیموں کے والی غلاموں کا مولیٰ

قرار پایا تھا۔ اس حدیث میں آپ نے یتیم کی کفالت کرنے والے کو جنت کی خوشخبری سنائی ہے کہ جس طرح شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی ساتھ ساتھ ہیں، اسی طرح یتیم کی کفالت وخبر گیری کرنے والے کو جنت میں نبی ﷺ کی رفاقت نصیب ہوگی۔ واضح رہے کہ یہ خوشخبری انہی لوگوں کیلئے ہے جو ایمان اور عمل صالح سے

متصف ہوں۔ کافر اور فاسق محض کسی یتیم کے کفالت کرنے پر جنت کے مستحق نہیں ہوسکتے۔ یہ بات قرآن اور حدیث کے نصّی احکام سے واضح ہے، اس لئے اس کو ہر موقع پر دہرایا نہیں گیا ہے۔ ایک بلیغ کلام میں شرائط Ifs & Buts معہود (Understood) ہوتی ہے جن کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے، بشرطیکہ وہ عقل عام (Common Sense) سے کام لے۔

ہر حال میں تقویٰ

حدیث

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِی. رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِتَّقِ اللّٰهَ حَیْثُ مَا کُنْتَ، وَاَتْبِعِ السَّیِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَ خَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ. (الترمذی ابواب البر)

ترجمہ

حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: جہاں کہیں ہو اللہ سے ڈرو، برائی کے پیچھے بھلائی کرو کہ اسے مٹادے اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔

تشریح

یہ بڑی اہم اور جامع نصیحتیں ہیں جو نبی ﷺ نے فرمائی ہیں: تم جہاں کہیں ہو اور جس حال میں ہو، اللہ سے ڈرو۔ یعنی تم زمین کے کسی خطہ اور کسی ملک میں ہو، خشکی پر ہو یا تری میں، زمین پر چل رہے ہو یا آسمان میں اڑ رہے ہو، خلوت میں ہو یا جلوت میں، گھر میں ہو یا بازار میں، مسجد میں ہو یا میدانِ سیاست میں، غریبی کی حالت میں ہو یا آسودگی کی حالت میں، جوانی کی حالت ہو یا بڑھاپے کی عمر، ہر جگہ ہر وقت اور ہر حال میں تمہیں خدا سے ڈرنا چاہئے، اور کوئی کام ایسا نہیں کرنا چاہئے جو اس کی ناراضگی اور گناہ کا باعث ہو۔

اس متقیانہ طرزِ عمل کو اختیار کرنے کے باوجود اگر تم سے کوئی برائی سرزد ہوگئی تو اس کے بعد بھلائی اور نیکی کا کوئی کام ضرور کرو، تاکہ اس برائی کے اثرات مٹ جائیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّئَاتِ (ہود: ۱۱۴) نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں" اور لوگوں سے اچھے اخلاق سے پیش آؤ"۔

اس نصیحت میں تقویٰ اور دینداری کی اصل روح جھلکتی ہے کہ جہاں صحیح معنیٰ میں تقویٰ ہوگا وہاں اخلاق بھی ہوں گے۔ جو شخص جتنا اللہ سے ڈرنے والا ہوگا اتنا ہی وہ بندوں کے حق میں اچھا ثابت ہوگا۔

راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹانا

حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قال : بَیْنَمَا رَجُلٌ یَمْشِیْ بِطَرِیْقٍ ، وَ جَدَ غُصْنَ شَوْکٍ عَلَی الطَّرِیْقِ ، فَاَخَّرَهُ فَشَکَرَ اللّٰهُ لَهُ فَغَفَرَلَهُ . (مسلم کتاب البر)

ترجمہ

حضرت ابوہریرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص راستہ سے گزر رہا تھا کہ اس نے ایک کانٹے دار شاخ راستہ میں پڑی ہوئی دیکھی، اس نے اسے ہٹادیا۔ اللہ نے اس کے عمل کی قدر کی اور اُسے بخش دیا۔

تشریح

یہ ہے نبی ﷺ کی تعلیم، کہ راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانا تاکہ راہ چلتے لوگ اس سے محفوظ رہیں، وہ قابلِ قدر نیکی ہے جو انسان کو اللہ کی مغفرت کا مستحق بناتی ہے، کیونکہ یہ نیکی جو بظاہر چھوٹی معلوم ہوتی ہے اپنے اندر للّٰہیت اور بندگانِ خدا سے سچی ہمدردی کا وافر جذبہ لئے ہوتی ہے۔ اور یہ دونوں باتیں دین کی اصل روح ہیں۔

لیکن جہاں یہ جذبات موجود نہیں ہوتے وہاں اس کے برعکس صورت ہوتی ہے۔ چنانچہ آج راستوں پر ہر قسم کی تکلیف دہ چیزیں بکھری ہوئی دکھائی دیتی ہیں، کوئی بیچ راستہ کیلے کا چھلکا ڈال دیتا ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ کسی کا پاؤں اس پر سے پھسل کر وہ زخمی ہوسکتا ہے۔ کوئی شخص گندی اور تعفن پیدا کرنے والی چیزیں راستہ پر پھینک دیتا ہے اور اس کا یہ احساس مُردہ ہوجاتا ہے کہ گزرنے والا متنفر ہوگا اور اس کے تعفن سے انہیں تکلیف پہنچے گی۔ کوئی شخص لوہے کے کیلے راستہ پر پھینک دیتا ہے اور یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کرتا کہ کسی کے پاؤں میں چبھ کر وہ ٹیٹانس کا شکار ہوسکتا ہے اور اس سے اس کی زندگی خطرے میں پڑسکتی ہے۔ یہ چند مثالیں ہیں اس

بات کی کہ انسان کتنا غیر ذمہ دار اور کتنا بے پرواہ واقع ہوا ہے۔ اس کے برخلاف نبی ﷺ کی تعلیمات انسان کو کیسا ذمہ دار اور انسانیت کا کیسا بہی خواہ بناتی ہیں!

ہمدردی و غمخواری

حدیث

عَنْ اَبِی مُوسیٰ الْاَشْعَرِیْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اَطْعِمُوْا الْجَائِعَ وَعُوْدُوا الْمَرِيْضَ وَفُكُّوْا الْعَانِیْ. (بخاری کتاب المرض)

ترجمہ

حضرت ابوموسیٰ اشعری کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بھوکے کو کھانا کھلاؤ، مریض کی عیادت کرو اور قیدی کو چھڑاؤ۔

تشریح

اسلام ایک ایسے کردار کی تعمیر کرنا چاہتا ہے جس کی اہم ترین خصوصیت ہمدردی و غمخواری اور مرحمت و مواساۃ ہو، انسان مصیبت میں غیروں کے کام آئے اور ان کے دکھ کی چوٹ اپنے جگر پر محسوس کرے۔ یہ ہمدردانہ سلوک ہر اس شخص کے ساتھ ہونا چاہئیے جو مصیبت زدہ ہو، خواہ وہ اپنوں میں سے ہو یا غیروں میں سے اور خواہ اس کا تعلق کسی قوم و مذہب سے ہو۔

بھوکوں کو کھانا کھلانا اور فقر و فاقہ کو دور کرنا اسلام کے اہم ترین مقاصد میں سے ہے۔ مریض کی عیادت میں اس کی مزاج پُرسی بھی شامل ہے اور اس کی خدمت اور تیمارداری بھی۔ قیدی کو چھڑانے سے مراد ان لوگوں کو قید و بند سے چھڑانے کی کوشش کرنا ہے جو بے گناہ پکڑے گئے ہوں۔

جان و مال کی حرمت

خطبۂ حجۃ الوداع

حدیث

عَنْ جَابِرِ بِنْ عَبْدِاللّٰهِ (رض) قَالَ اَتیٰ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَرَفَةَ فَخَطَبَ النَّاسَ وَ قَالَ :

" اِنَّ دِمَاءَ كُمْ وَ اَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِی شَهْرِكُمْ هَذَا فِی بَلَدِكُمْ هَذَا. اَلَا كُلُّ شَیْءٍ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَیَّ مَوْضُوْعٌ، وَدِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعَةٌ، وَ اِنَّ اَوَّلَ دَمٍ اَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ ابْنِ رَبِيْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ كَانَ مُسْتَرْضِعًا فِیْ بَنِي سَعْدٍ فَقَتَلَتْهُ هُذَيْلٌ، وَرِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعَةٌ وَ اَوَّلُ رِبًا اَضَعُ رِبَانَا رِبَا عَبَّاسٍ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَاِنَّهُ مَوْضُوْعٌ كُلُّهُ. فَاتَّقُوْا اللّٰهَ فِیْ النِّسَاءِ فَاِنَّكُمْ اَخَذْتُمُوْهُنَّ بِاَمَانِ اللّٰهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ اَنْ لَّا يُوَطِّئْنَ فُرُشَكُمْ اَحَدًا تَكْرَهُوْنَهُ فَاِنْ فَعَلْنَ ذٰلِکَ فَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْباً غَيْرَ مُبَرِّحٍ وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ قَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَالَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُ اِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهٖ كِتَابَ اللّٰهِ،وَ اَنْتُمْ تُسْأَلُوْنَ عَنِّیْ فَمَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ؟ قَالُوْا نَشْهَدُ اَنَّکَ قَدْ بَلَّغْتَ وَ اَدَّيْتَ وَ نَصَحْتَ فَقَالَ بِاِصْبِعِهِ السَّبَّابَةِ يَرْفَعُهَا اِلٰی السَّمَاءِ وَيَنْكُتُهَا اِلٰی النَّاسِ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ".

(مسلم کتابُ الحج)

ترجمہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ عرفات پہنچے اور وہاں خطبہ دیا۔ اس خطبہ میں آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا خون اور تمہارا مال تم پر اسی طرح حرام ہے جس طرح کہ تمہارا یہ دن اس مہینہ میں اور اس شہر میں حرام ہے۔ خبردار! جاہلیت کے تمام طور طریقے میرے قدموں کے نیچے ہیں اور جاہلیت کے خون کے دعوے باطل قرار دیئے گئے ہیں۔ اور پہلا خون جسے میں ساقط کرتا ہوں اپنے رشتہ دار ابن ربیعہ بن حارث کا خون ہے۔ یہ بچہ قبیلہ بنی سعد میں دودھ پیتا تھا جس کو ہذیل نے قتل کیا تھا۔ اور جاہلیت کا سود باطل قرار دیا گیا ہے۔ اور سب سے پہلا سود جسے میں ساقط کرتا ہوں وہ میرے رشتہ دار عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے، کہ اسے پوری طرح ساقط کر دیا۔

(لوگو!) عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو، کیونکہ تم نے ان کو اللہ کی امان کے ساتھ لیا ہے اور ان کی شرمگاہوں کو اللہ کے حکم سے حلال کیا ہے۔ تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی ایسے شخص کو بیٹھنے نہ دیں جسے کہ تم ناپسند کرتے ہو۔ اگر وہ ایسا کریں تو تم انہیں مار سکتے ہو، ایسی مار جو نقصان پہنچانے والی نہ ہو۔ اور ان کا تم پر یہ حق ہے کہ معروف کے مطابق ان کے خورد و نوش اور پوشش کا انتظام کرو۔ (لوگو!) میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں، جس کو اگر تم نے مضبوطی سے پکڑ لیا تو کبھی گمراہ نہ ہوگے، اور وہ ہے اللہ کی کتاب۔ تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو تم کیا جواب دو گے؟ حاضرین نے کہا ''ہم اس بات کی شہادت دیں گے کہ آپ نے ہم کو (اللہ کا دین) پہنچایا، اپنا فرض ادا کیا اور ہماری خیرخواہی کی۔'' آپ ﷺ نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور لوگوں کی طرف اشارہ کر کے تین مرتبہ فرمایا ''خدایا! تو گواہ رہ! خدایا! تو گواہ رہ۔''

تشریح

یہ جواہر پارے ہیں اس مشہور اور طویل خطبے کے، جو نبی ﷺ نے حجۃ الوداع (ذی الحجہ ۱۰ھ مطابق فروری ۶۳۲ء) کے موقعہ پر میدان عرفات میں تقریباً ایک لاکھ مسلمانوں کے مجمع میں ارشاد

فرمایا تھا۔ اس وقت اسلام کا مکمل نظام پوری شان کے ساتھ قائم ہو گیا تھا۔ اور نظامِ جاہلیت کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیا گیا تھا۔ ایک بہترین سوسائٹی ''امتِ مسلمہ'' کے نام سے وجود میں آچکی تھی۔ اور اللہ کا رسول اپنا فرض منصبی پورا کر چکنے کے بعد عنقریب دنیا سے رخصت ہونے والا تھا۔ اس موقع پر نبی ﷺ نے اس امت کو مخاطب کر کے جو ہدایات دیں، وہ نہ صرف اس امت کیلئے بلکہ پوری انسانیت کیلئے زبردست اہمیت کی حامل ہیں۔

(۱) جان و مال کا احترام ضروری ہے۔ اس کی حرمت کو حج کے دن کی حرمت، حج کے مہینہ ذی الحجہ کی حرمت اور شہر مکہ کی حرمت سے تشبیہ دی گئی ہے، کیونکہ یہ دن اس مہینہ اور اس شہر کا غایت درجہ محترم ہونا عربوں کے نزدیک بالکل مسلم تھا۔ اور اسلام نے ان کی حرمت کو مزید مؤکد کر دیا تھا۔ جان و مال کی حرمت کو واضح کرنے کیلئے اس سے زیادہ مؤثر کوئی تشبیہ نہیں ہو سکتی۔

(۲) جاہلیت کے خون کے دعوے باطل ہیں۔ عربوں میں دستور تھا کہ وہ خون کا انتقام متعلقہ قبیلہ سے سالہا سال گزرنے کے بعد بھی لیتے۔ نتیجہ یہ کہ لڑائیوں کا ایسا سلسلہ چلتا جو ختم نہ ہوتا۔ اسلام نے جاہلیت کے اس دستور کو مٹایا اور قصاص کو قانونی حیثیت دیدی۔ یعنی بدلہ صرف قاتل سے لیا جا سکتا ہے نہ کہ قاتل کے پورے خاندان سے، یا خاندان کے کسی بھی فرد سے۔ اس طرح اسلام نے عدل و انصاف کا اصول قائم کیا۔ اور اس سلسلہ میں سب سے پہلے نبی ﷺ نے اپنے خاندان کے خون کے دعوے کو ساقط کیا، جو ربیعہ بن حارث کے بیٹے کے سلسلہ میں چلا آ رہا تھا۔ ربیعہ بن حارث آپ ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے۔ ان کا بیٹا جس کا نام الیاس تھا، قبیلہ بنو سعد میں پرورش پا رہا تھا کہ ہذیل نے اسے قتل کر دیا۔

(۳) زمانۂ جاہلیت کا سود باطل ہے۔ اسلام نے سود (Interest) کو شدید حرام ٹھہراتے ہوئے قانوناً ساقط قرار دیا۔ اس قانون کا اطلاق بھی آپ ﷺ نے سب سے پہلے اپنے خاندان پر کیا۔ حضرت عباس آپ ﷺ کے چچا تھے اور اسلام سے پہلے سود کا کاروبار کرتے تھے۔ ان کا جو سود قرض داروں کے ذمہ واجب الادا تھا اسے نبی ﷺ نے یک قلم ساقط کر دیا۔

(۴) عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔ زمانۂ جاہلیت میں صنفِ نازک کا طبقہ ہر طرح مظلوم تھا۔ اسلام نے اس کو پستی سے نکال کر بلندی پر پہنچایا اور شوہر اور بیوی کے حقوق مقرر کیئے۔ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع

کے موقعہ پر سوسائٹی کے اس کمزور طبقہ کا خیال رکھنے کی خاص طور سے تاکید فرمائی، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کمزوروں کو ان کے حقوق دلوانے کی فکر آپ کو کس قدر دامن گیر تھی۔

آپ ﷺ نے تاکید فرمائی کہ اپنی بیویوں کا نان ونفقہ ٹھیک طور سے ادا کرتے رہو اور ان کے ساتھ کوئی ناروا سلوک نہ کرو۔ انہیں زدوکوب نہ کرو، الا یہ کہ وہ کسی ناروا حرکت کی مرتکب ہوں اور ان کی تادیب کیلئے ایسا کرنا پڑے۔ لیکن ایسی صورت میں بھی زدوکوب معمولی ہی ہونی چاہیے۔ اس طرح مارنے کی اجازت نہیں ہے کہ جسم کو نقصان پہنچے۔ عورت کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ شوہر جن لوگوں کی گھر میں آمدورفت مناسب نہ سمجھتا ہوان کو آنے نہ دے۔

حجۃ الوداع کے اس عظیم الشان اور مبارک اجتماع کے موقعہ پر آپ نے ان احکام کو بیان کرنے کے ساتھ ہدایت و رہنمائی کے اصل سرچشمہ، قرآن سے گہری وابستگی پیدا کرنے کی بھی تاکید فرمائی۔ زندگی کی پُر پیچ راہوں اور اُلجھے ہوئے مسائل کے درمیان جو شخص بھی خلوص کے ساتھ اللہ کی کتاب سے رہنمائی حاصل کرنا چاہے گا، اسے اپنا راستہ صاف دکھائی دے گا۔

آخری بات جو آپ نے ارشاد فرمائی وہ یہ تھی کہ تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا کہ میں نے اللہ کا دین تم تک پہنچایا یا نہیں، تو تم کیا جواب دو گے؟ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کو فرائضِ نبوت کا کتنا شدید احساس تھا۔ اور جب صحابہ نے یک زبان ہو کر جواب دیا کہ ہم اس بات پر گواہ ہیں کہ آپ نے خدا کا پیغام ہم کو کما حقہ، پہنچایا، اپنا فرضِ منصبی بخوبی ادا کیا اور ہماری پوری پوری خیر خواہی کی تو آپ نے اس پر اللہ کو گواہ ٹھہرایا، تا کہ قیامت کے دن اللہ کی عدالت میں لوگ اپنی بداعمالیوں اور گمراہیوں کیلئے یہ عذر نہ پیش کر سکیں کہ خدا کا دین ہم تک نہیں پہنچا تھا۔ اب یہ بات ہم سب کے سوچنے کی ہے کہ نبی ﷺ نے خدا کا جو دین ہم کو پہنچایا ہے۔ اس کے ساتھ ہمارا طرزِ عمل کیا ہے؟ اور قیامت کے دن اللہ کی عدالت میں ہم کیا جواب دہی کریں گے؟

دل کی دولت

حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: لَیْسَ الْغِنٰی عَنْ کَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰکِنَّ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ. (البخاری کتاب الرقاق)

ترجمہ

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا، غنا (تونگری) مال و اسباب کی کثرت کا نام نہیں ہے، بلکہ غنا اصل میں دل کا غنا ہے۔“

تشریح

اس حدیث میں ایک بڑی نفسیاتی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ لوگ مال و اسباب کی کثرت کو تونگری خیال کرتے ہیں۔ لیکن اگر واقعی یہ تونگری ہوتی تو اہل ثروت کو زیادہ سے زیادہ سکون میسر آتا، مگر عام مشاہدہ یہ ہے کہ اہل ثروت ذہنی پریشانی میں مبتلا ہوتے ہیں اور انہیں قلبی سکون میسر نہیں آتا، بلکہ بالعموم ان پر بے چینی اور اضطراب کی کیفیت طاری رہتی ہے۔

برخلاف اس کے جس کا دل غنی ہو، اس کے اندر استغناء کی شان پائی جاتی ہے۔ وہ مال و اسباب کی قلت کے باوجود اپنے کو محتاج خیال نہیں کرتا۔ اور یہ نفسیاتی کیفیت اسے حقیقی سکون سے ہمکنار کرتی ہے۔ ایسے لوگ فقیری میں بھی بادشاہی کرنے لگتے ہیں۔

حدیث

عَنْ حَکِیْمِ ابْنِ حِزَامٍ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ ﷺ فَاَعْطَانِیْ ثُمَّ سَاَلْتُهٗ فَاَعْطَانِیْ، ثُمَّ سَاَلْتُهٗ فَاَعْطَانِیْ، ثُمَّ قَالَ اِنَّ هٰذَا الْمَالَ ----- وَ رُبَّمَا قَالَ سُفْیَانُ، قَالَ لِیْ حَکِیْمُ! --- -- اِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ، فَمَنْ اَخَذَهٗ بِطِیْبِ نَفْسٍ بُوْرِکَ لَهٗ فِیْهِ وَمَنْ اَخَذَهٗ بِاِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ یُبَارَکْ لَهٗ فِیْهِ وَکَانَ کَالَّذِیْ یَاْکُلُ وَلَا یَشْبَعُ، وَالْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِالسُّفْلٰی. (البخاری کتاب الرقاق)

ترجمہ

حکیم بن حزام کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے مال مانگا تو آپ نے عنایت فرمایا۔ میں نے پھر مانگا تو آپ نے عنایت فرمایا۔ میں نے مزید مانگا تو آپ نے مزید عنایت فرمایا۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا ”حکیم! یہ مال سرسبز اور شیریں ہے جو شخص اس کو پاکیزگی نفس کے ساتھ لیتا ہے اس میں اس کو برکت دی جاتی ہے۔ اور جو شخص اسے طمع کے ساتھ لیتا ہے اس میں برکت نہیں دی جاتی اور اس کی حالت اس شخص کی سی ہو جاتی ہے، جو کھاتا چلا جاتا ہے مگر سیر نہیں ہوتا۔۔۔۔۔اور (یاد رکھو) اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔“

تشریح

مال میں اللہ تعالیٰ نے کشش رکھی ہے تاکہ انسان کا اس معاملہ میں امتحان ہو۔ جو شخص مال کی حرص میں مبتلا ہوتا ہے اس کی محتاجی بڑھتی ہے اور کثیر مال بھی اُس کیلئے ناکافی ہو جاتا ہے۔ برخلاف اس کے جو شخص حرص وطمع سے اپنا دل پاک رکھتا ہے اور جو مال حاصل ہوتا ہے اس پر خدا کا شکر ادا کرتا ہے، اس کیلئے تھوڑا مال بھی کافی ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ خیر وبرکت عطا فرماتا ہے۔

”اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے“ کا مطلب یہ ہے کہ صدقہ کرنے والا صدقہ لینے والے سے بہتر ہے۔

صدقہ وخیرات

حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ (رض) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ وَلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ اِلَّا الطَّيِّبَ، وَ اِنَّ اللّٰهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ يُرَبِّيْهَا لِصَاحِبِهٖ كَمَا يُرَبِّىْ اَحَدُكُمْ فَلُوَّهٗ حَتّٰى تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ.

(البخاری کتاب الزکاۃ)

ترجمہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنی پاکیزہ کمائی میں سے ایک کھجور کے بقدر بھی صدقہ کیا۔۔۔اور اللہ پاکیزہ چیزوں ہی کو قبول فرماتا ہے۔۔۔تو اللہ اس صدقہ کو داہنے ہاتھ سے قبول فرماتا ہے۔ اور اس کی اس طرح پرورش کرتا ہے جس طرح تم اپنے بچھڑے کی پرورش کرتے ہو، یہاں تک کہ یہ (معمولی) صدقہ (نشوونما پاکر) پہاڑ کی طرح بڑا ہو جاتا ہے۔

تشریح

جو شخص رضائے الٰہی کو مقصود بنا کر راہِ خدا میں خرچ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی پوری پوری قدر فرماتا ہے اور آخرت میں اسے اجرِ عظیم سے نوازے گا۔ اگر کوئی شخص بڑی مقدار میں صدقہ نہیں کر سکتا تو جو کچھ بھی وہ صدقہ کر سکتا ہو وہی کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں صرف کمیت نہیں دیکھی جاتی بلکہ اس کے ساتھ کیفیت بھی دیکھی جاتی ہے کہ صدقہ کرنے والے نے کس جذبہ سے صدقہ کیا ہے۔ اگر اس کے پیچھے نام نمود کا جذبہ نہیں ہے بلکہ خلوص وللّٰہیت کے جذبات ہیں، تو ایسا صدقہ اپنے اندر بڑی برکتیں رکھتا ہے۔ اسی طرح صدقہ کی قبولیت کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ اپنی جائز کمائی میں سے کیا گیا ہو، اگر کمائی حرام کی ہو تو خواہ وہ کتنی ہی بڑی مقدار میں صدقہ کیا جائے عنداللہ مقبول نہ ہوگا۔ کیونکہ حرام کی کمائی ناپاک ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے یہ کس طرح توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ ناپاک چیزوں کو قبول فرمائے گا۔

عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک

حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ فَاِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَ اِنَّ اَعْوَجَ شَیْءٍ فِی الضِّلَعِ اَعْلَاهُ فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِیْمُهُ كَسَرْتَهُ وَ اِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ یَزَلْ اَعْوَجَ، فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ . (البخاری کتاب احادیث الانبیاء)

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو کیونکہ عورت کی تخلیق پسلی سے ہوئی ہے۔اور سب سے زیادہ کجی پسلی کے اوپر کے حصہ میں ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر تم اسے بالکل سیدھا کرنے جاؤ گے تو وہ ٹوٹ جائے گی۔اور اگر اسے اپنے حال پر چھوڑ دو گے تو وہ ٹیڑھی ہی رہے گی۔اس لئے عورتوں کے ساتھ بہتر سلوک کرو۔

تشریح

جہاں تک عورتوں کی تخلیق کا تعلق ہے، ان کو بھی اسی طرح بہترین ساخت پر پیدا کیا گیا ہے جس طرح مردوں کو بہترین ساخت پر پیدا کیا گیا ہے۔قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (سورۃ التین۔۴) ''ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔'' اس لئے حدیث کا مفہوم یہ نہیں ہوسکتا کہ عورتوں کی خلقت ہی میں کوئی خرابی رکھ دی گئی ہے۔ بلکہ اس کا منشاء مزاج کی اس خرابی کو بتانا ہے جس میں عام طور سے عورتیں مبتلا ہوتی ہیں، تا کہ مرد ضبط و تحمل سے کام لیں اور درگذر کا رویہ اختیار کریں۔

مزاج کی خرابی کو پسلی کے ٹیڑھ پن سے تشبیہ دی گئی ہے۔چنانچہ صحیح مسلم کی روایت میں جو ابو ہریرہ ہی سے مروی ہے یہ الفاظ ہیں:

اِنَّ الْمَرْاَةَ كَا لضِّلَعِ اِذَا ذَهَبْتَ تُقِیْمُهَا كَسَرْتَهَا وَ اِنْ تَرَكْتَهَا اِسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَ فِیْهَا عِوَجٌ.
(مسلم کتاب الرضاع)

''عورت پسلی کی طرح ہے۔اگر تم اسے سیدھا کرنے جاؤ گے تو توڑ کر رکھ دو گے۔اور اگر اسے اس کے حال پر چھوڑ دو گے تو اس میں ٹیڑھ رہتے ہوئے اس سے فائدہ اٹھا سکو گے۔''

یہ روایت اس باب میں صریح ہے کہ پسلی کا ذکر محض تشبیہ کے طور پر ہوا ہے۔اور مقصود عورتوں کے مقام کو گرانا نہیں، بلکہ مردوں کو صنفِ نازک کے ساتھ حسنِ معاملہ کی ترغیب دینا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ عورتوں میں جذبات کی فراوانی ہوتی ہے۔اور خالق نے یہ چیز ان کے اندر اس لئے رکھی ہے، تا کہ یہ جذبات ان کیلئے ان کے مخصوص فرائض کی ادائیگی میں معاون ثابت ہوں۔مثلاً حمل، زچگی اور بچہ کی پرورش جیسے امور میں، جس تکلیف کا انہیں سامنا کرنا پڑتا ہے، اس کو انگیز کرنا وفور جذبات کی بنا پر ان کیلئے آسان ہوجائے۔کیونکہ جس چیز کے ساتھ آدمی کا جتنا زیادہ جذباتی لگاؤ ہوگا اس کے سلسلے میں پہنچنے والی تکلیف کا برداشت کرنا اس کیلئے اتنا ہی آسان ہوجائے گا۔

مگر انسان جس طرح اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کا غلط استعمال کرتا ہے، اسی طرح عورتیں اپنی اس جذباتی قوت کا غلط استعمال کرتی ہیں۔جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عقل پر جذبات غالب آجاتے ہیں۔اور مزاج ایسا جذباتی بن جاتا ہے کہ معاملہ فہمی میں سخت کوتاہیوں کا صدور ہونے لگتا ہے، یہاں تک کہ بعض اوقات وہ ایک سیدھی بات پر بھی الجھنے لگتی ہیں۔مزاج کی یہی خرابی ہے جو اپنے کو فطری اعتدال پر قائم نہ رکھنے اور اپنی صحیح تربیت نہ کرنے کی وجہ سے عورتوں میں پیدا ہوجاتی ہے، جو ان کے اخلاق پر بُری طرح اثر انداز ہوجاتی ہے۔ ان کی اسی کمزوری کو حدیث میں پسلی کی کجی سے تعبیر کیا گیا ہے۔اور ان کی اسی کمزوری کے پیشِ نظر مردوں کو درگذر اور عالی ظرفی سے کام لینے کی ہدایت کی گئی ہے۔اور متنبہ کیا گیا ہے کہ اگر مرد نے عورت کے مزاج شناسی کا ثبوت نہیں دیا اور اس کمزوری کی رعایت نہیں کی تو طلاق کی نوبت آسکتی ہے۔

باعزت طریقہ سے روزی حاصل کرنا

حدیث

عَنُ الزبَیُرِ بُنِ الُعَوَامُ عن النَّبِی ﷺ قَالَ : لَأَنُ یَأ خُذَ اَحَدُکُمُ اَحُبُلًا فَیَأخُذَ حُزُمَةً مِنُ حَطَبٍ فَیَبِیُعَ فَیَکُفَّ اللّٰهُ بِهِ وَجُهَهُ خَیُرٌ مِنُ اَنُ یَسُأَلَ النَّاسَ اُعُطِیَ اَمُ مُنِعَ.(بخاری کتاب المزارعة)

ترجمہ

زبیر بن عوام فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کسی شخص کا رسّی لے کر لکڑیوں کا گٹھا اٹھا کر لانا اور اسے فروخت کرنا۔۔۔کہ اللہ اس کے ذریعہ اس کی آبرو بچائے۔۔۔اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے مانگتا پھرے اور پھر اسے کچھ ملے یا نہ ملے۔

تشریح

لوگوں سے مانگتے پھرنا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ اس سے انسان کی عزتِ نفس مجروح ہوتی ہے۔ اس لئے نبی ﷺ نے اس سے بچنے اور محنت مزدوری کر کے روزی حاصل کرنے کی ہدایت فرمائی۔ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لانا اور فروخت کرنا اس زمانہ میں کسبِ معاش کا آسان ذریعہ تھا۔ اس لئے آپ نے اس ذریعہ کی نشان دہی فرمائی۔ اس پر دوسرے سہل الحصول ذرائع کو قیاس کیا جاسکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی کسبِ معاش کے معمولی ذریعہ کو اختیار کرنے میں، بشرطیکہ وہ ذریعہ پاک ہو عار نہ سمجھے۔ بلکہ عار اس بات کو سمجھے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے اور پھر لوگ اسے دیں یا نہ دیں۔

مزدور کا حق

حدیث

عَن عَبُدِ اللّٰهِ بُنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوُلُ اللّٰهِ ﷺ اَعُطُوا الُاَجِیُرَ اَجُرَهُ قَبُلَ اَنُ یَّجُفَّ عَرَقُهٗ.(ابن ماجة باب اجر الاجراء)

ترجمہ

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مزدور کی اجرت اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو۔

حدیث

عَنُ اَبِیُ هُرَیُرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنُهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :ثَلَاثَةٌ اَنَا خَصُمُهُمُ یَوُمَ الُقِیَامَةِ رَجُلٌ اَعُطَی بِیُ ثُمَّ غَدَرَ وَ رَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَکَلَ ثَمَنَهُ وَ رَجُلٌ اِسُتَاجَرَ اَجِیُرًا فَاسُتَوُفَی مِنُهُ وَلَمُ یُعُطِهِ اَجُرَهُ. (بخاری ، ابن ماجة)

ترجمہ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”تین شخص ایسے ہیں کہ قیامت کے دن مَیں ان کی طرف سے مدعی نہ بنوں گا۔ ایک وہ شخص جس نے میری قسم کھا کر معاہدہ کیا اور پھر بدعہدی کی، دوسرا وہ شخص جس نے کسی آزاد شخص کو فروخت کر دیا اور اس کی قیمت کھا بیٹھا، اور تیسرا وہ شخص جس نے کسی مزدور کو اجرت پر رکھا اور اس سے کام تو پورا پورا لیا لیکن اس کی اجرت ادا نہیں کی۔“

تشریح

ان ارشادات سے واضح ہوتا ہے کہ مزدور کا حق ادا کرنے کی اسلام نے کیسی سخت تاکید کی ہے۔ یہاں تک

کہ اجرت کی ادائیگی میں تاخیر بھی اسے گوارا نہیں۔ جو شخص مزدور سے کام تو پورا لیتا ہے لیکن اس کی اجرت ادا نہیں کرتا اس سے قیامت کے دن سخت باز پرس ہوگی۔ مزدور کے اس حق کا خدا خود مدعی ہوگا۔

اسلام کی نظر میں آزاد شخص کو غلام بنانا بھی بہت بڑے گناہ کی بات ہے۔ اور اس پر بھی خدا کی عدالت میں سخت گرفت ہوگی۔

خدا کی عدالت میں گرفت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس قسم کے جرائم کی روک تھام کیلئے کوئی قانونی تدبیر نہ کی جائے، بلکہ اس مقصد کیلئے معقول اور منصفانہ قانون سازی اسلام کے منشاء کے عین مطابق ہوگی۔

جانوروں کے ساتھ سلوک

حدیث

عَنْ شَدَّادِ ابْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْاِحْسَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ فَاِذَا قَتَلْتُمْ فَاَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ. وَاِذَا ذَبَحْتُمْ فَاَحْسِنُوْا الذَّبْحَ. وَلْيُحِدَّ اَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ فَلْيُرِحْ ذَبِيْحَتَهُ. (مسلم كتاب الصيد)

ترجمہ

شداد بن اوس کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے ہر چیز پر احسان کرنا فرض کیا ہے لہٰذا جب تم کسی جانور کو مارو، تو اچھے طریقہ سے مارو۔ اور جب ذبح کرو تو اچھے طریقہ سے ذبح کرو، اپنی چھری کو تیز کرو اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچاؤ۔

حدیث

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ (رض) اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ عُذِّبَتْ اِمْرَاَةٌ فِيْ هِرَّةٍ سَجَنَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ فَدَخَلَتْ فِيْهَا النَّارَ ... لَا هِيَ اَطْعَمَتْهَا وَلَا سَقَتْ اِذْ حَبَسَتْهَا وَلَاهِيَ تَرَكَتْهَا تَأْكُلُ مِنْ خِشَاشِ الْاَرْضِ. (بخاری كتاب احاديث الانبياء)

ترجمہ

عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک عورت پر اس لئے عذاب ہوا کہ اس نے ایک بلی کو قید کر رکھا تھا آخر کار وہ اسی حالت میں مرگئی۔ اسی بنا پر وہ عورت آگ میں داخل ہوئی۔ وہ نہ خود بلی کو کھانے پینے کیلئے دیتی تھی، اور نہ اسے چھوڑ دیتی تھی کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھالے۔

تشریح

نبی ﷺ کی رحمت کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ جانور بھی اس سے محروم نہیں۔ ان ارشادات میں آپ ﷺ نے جانوروں کو بلاوجہ تکلیف دینے کی ممانعت فرمائی ہے۔ اور جانوروں کو باندھ کر بھوکا مارنے کو سخت گناہ قرار دیا ہے۔

ذبح کرتے وقت اگر چھری تیز نہ ہو تو ذبیحہ کو تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے یہ ہدایت فرمائی کہ چھری کو تیز کیا جائے اور ممکن حد تک ذبیحہ کو آرام پہنچایا جائے۔

دانشمند کا طرزِ عمل

حدیث

عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ. (ترمذی ابواب صفة القيامة)

ترجمہ

شداد بن اوس سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دانا وہ ہے جو اپنے نفس کو (اللہ کا) فرماں بردار بنائے اور موت کے بعد کی زندگی کیلئے عمل کرے۔ اور نادان وہ ہے جو اپنی خواہشاتِ نفس کا غلام بن جائے اور اللہ سے غلط امیدیں وابستہ کرے۔

تشریح

كُـلُّ نَفسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت "ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے" موت ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار نہ آج تک کسی نے کیا ہے اور نہ کریگا۔ بڑے بڑے دہریئے اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار تو کرتے ہیں لیکن موت کا انکار ان کے بس سے باہر ہے۔لہٰذا موت کا آنا برحق ہے۔موت کا مطلب زندگی کا خاتمہ نہیں، بلکہ موت نام ہے عمل کی دنیا سے نتائج کی دنیا میں منتقل ہونے کا۔لہٰذا نتائج کی دنیا میں منتقل ہونے سے پہلے اچھے نتائج کو حاصل کرے اور بُرے نتائج سے بچنے کے لئے اللہ کی کتاب سے رجوع ہو جائے، رجوع ہو جانے کا معنی اُس کو سمجھ کر پڑھنا اور اس پر عمل کرنا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قرآن کے سوائے کسی اور ذریعہ (کتاب) سے ہدایت حاصل کرنا چاہوگے تو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے گا۔لہٰذا عقل مند وہ ہے جس کی نگاہ نتائج پر ہو اور اس کے پیشِ نظر اپنا رویہ درست کرے۔لیکن جو شخص نتائج کی پرواہ کئے بغیر خواہشات کے پیچھے چل پڑتا ہے اور اپنی اس غلط روش کے باوجود اس خوش فہمی میں رہتا ہے کہ اللہ کے ہاں اس کا بیڑا پار ہے۔وہ اپنے کو خواہشات کا غلام ثابت کردکھاتا ہے نہ کہ دانا و بینا۔ایسے لوگ عقل کے کورے ہوتے ہیں۔ خواہ ان کا شمار دنیوی لحاظ سے بڑے بڑے عقل مندوں میں کیوں نہ ہوتا ہو۔

ایمان کے تقاضے

حدیث

عَـنْ اَبِـیْ هُـرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِا للّٰهِ وَالْيَـوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوِ لْيَصْمُتْ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَايُؤْذِجَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْ مِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ.

(بخاری کتاب الرقاق)

ترجمہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہئے کہ بھلی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔اور جو شخص اللہ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتا ہو، اُسے چاہئے کہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے۔اور جو اللہ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہئے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔

تشریح

اس حدیث میں ایمان کے تین اہم تقاضے بیان کئے گئے ہیں۔ایک گفتار میں محتاط ہونا، دوسرے ہمسایہ کو تکلیف نہ دینا، اور تیسرے اکرام ضیف۔ گویا تین باتیں عام اخلاق سے تعلق رکھتی ہیں۔لیکن اس معاملہ میں بھی لوگ بے پرواہی سے کام لیتے ہیں۔فضول باتیں کرنا یا ناروا کلمات زبان سے نکالنا غیر ذمہ دارنہ پن کا ثبوت ہے، جب کہ اللہ اور روزِ آخر پر ایمان رکھنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ انسان اپنے ہر قول اور ہر فعل کے سلسلہ میں خدا کے حضور جواب دہ ہے۔اور یہ جوابدہی اسے قیامت کے دن کرنا ہوگی۔ یہ ایمان اگر انسان کے اندر شعوری طور پر موجود ہو تو وہ لازماً اپنی گفتگو میں محتاط ہوگا۔اور اپنی زبان کھولے گا تو کسی خیر ہی کی بات کیلئے، ورنہ خاموشی کو ترجیح دے گا۔گویا زبان کی پاکیزگی ایمان کا ثمرہ ہے اور اس پر کنٹرول کرنے والی چیز آخرت کا احساس ہی ہے۔

اسی طرح پڑوسی کو تکلیف نہ دینا اور مہمان کا احترام کرنا بھی ایمان کے لوازمات میں سے ہیں۔اور اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں ایمان کسی جامد اور اندھے عقیدہ (Dogma) کا نام نہیں ہے، بلکہ وہ ایک شعوری کیفیت ہے جو انسان میں اذعان و یقین پیدا کرنے کے ساتھ، اسے بااصول اور ذمہ دارانہ زندگی گذارنے پر آمادہ کرتی ہے۔

ایمان کا اثر عملی زندگی پر

حدیث

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُوْنَ شُعْبَۃً، فَاَفْضَلُھَا قَوْلُ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَدْنَاھَا اِمَاطَۃُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ وَ الْحَیَآءُ شُعْبَۃٌ مِنَ الْاِیْمَانِ. (مسلم کتاب الایمان)

ترجمہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایمان کی ستّر سے زیادہ شاخیں ہیں ان میں سب سے زیادہ افضل لَااِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنا ہے اور ادنیٰ درجہ کی چیز تکلیف دہ چیزوں کو راستہ سے ہٹانا ہے۔ اور حیا ایمان کی ایک (اہم) شاخ ہے۔

تشریح

مطلب یہ ہے کہ ایمان کوئی جامد عقیدہ نہیں ہے، بلکہ ایک خاص حقیقت کو قبول کرنے کا نام ہے۔ جب آدمی اس حقیقت کو جس کی طرف نبی ﷺ دعوت دے رہے ہیں، قبول کرتا ہے تو اس کا اثر اس کی پوری زندگی پر مرتب ہونے لگتا ہے۔ اور اس میں بہترین اوصاف پیدا ہوجاتے ہیں۔ ان اوصاف میں سب سے اعلیٰ وصف لَااِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنا یعنی توحید کا اقرار ہے۔ اور ادنیٰ وصف تکلیف دہ چیزوں کا راستہ سے ہٹا دینا ہے، تاکہ بندگانِ خدا کو تکلیف نہ ہو۔ گویا لوگوں کے ساتھ سچی ہمدردی ایمان کا جزء ہے۔ خدمتِ خلق کا اس سے اونچا مقام اور کیا ہوسکتا ہے۔

حدیث میں یہ جو فرمایا گیا ہے کہ حیاء ایمان کی ایک شاخ ہے تو اس سے حیاء کی اہمیت واضح ہوجاتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حیاء ایمان کا مظہر ہے اور اس کا اخلاق میں نہایت اہم مقام ہے کیونکہ یہی وہ خصلت ہے جو انسان کو برائیوں سے روکتی ہے۔

قطع رحمی کے جواب میں صِلۂ رحمی

حدیث

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَمْرٍ وَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : لَیْسَ الْوَاصِلُ الْمُکَافِئِ وَلٰکِنْ الْوَاصِلُ الَّذِیْ اِذَا قُطِعَتْ رَحِمُہٗ وَصَلَھَا. (البخاری کتاب الادب)

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”صلہ رحمی کرنے والا وہ شخص نہیں ہے جو بدلہ کے طور پر ایسا کرے، بلکہ صلہ رحمی کرنے والا درحقیقت وہ ہے جو اس حال میں بھی صلہ رحمی کرے جب کہ اس کے ساتھ قطع رحمی کا معاملہ کیا جائے۔“

تشریح

یعنی آدمی کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہونا چاہئے اور اپنے فرض کو ادا کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ خواہ قرابت دار اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں یا نہ کریں اور اس کے حقوق ادا کریں یا نہ کریں۔ انسان کا کمال یہ نہیں ہے کہ صلہ رحمی کے جواب میں وہ صلہ رحمی کرے بلکہ قطع رحمی کے سلوک کے باوجود وہ صلہ رحمی کرے کہ خدا کو یہی چیز پسند ہے۔

نبی ﷺ کی یہ تعلیم انسان کو اخلاق کی بلند ترین چوٹی پر پہنچانے والی ہے۔ اور اعلیٰ اخلاق کی یہ تعلیم ایک نبی کی تعلیم ہی ہوسکتی ہے۔

ماں باپ کے ساتھ حُسن سلوک

حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَیٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ یَا رَسُوْ لَ اللّٰهِ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ؟ قَالَ : اُمُّکَ قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ اُمُّکَ قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ اُمُّکَ قَالَ ثُمَّ مَنْ ؟ قَالَ ثُمَّ اَبُوْکَ . (البخاری کتاب الادب)

ترجمہ

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا اے رسولِ خدا! میرے حُسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ فرمایا:" تمہاری ماں۔اس نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا:تمہاری ماں۔اس نے پوچھا اس کے بعد کون؟ فرمایا:تمہاری ماں۔اس نے پوچھا اس کے بعد کون؟ فرمایا:اس کے بعد تمہارا باپ۔"

تشریح

قرآن میں ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی سخت تاکید کی گئی ہے۔اور ماں کو بچہ کے سلسلہ میں جو مشقت اٹھانا پڑتی ہے اس کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔اس ذکر میں جو اشارہ مضمر تھا اس کو نبی ﷺ نے کھول دیا اور وہ یہ کہ حسنِ سلوک کے معاملہ میں ماں کا حق باپ پر مقدم ہے۔

غصہ میں نفس کو قابو میں رکھنا

حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرْعَةِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِکُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ . (بخاری کتاب الادب)

ترجمہ

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: طاقتور وہ نہیں جو لوگوں کو پچھاڑ دے بلکہ طاقتور حقیقت میں وہ ہے، جو غصہ کے موقع پر اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔

تشریح

مقصود یہ واضح کرنا ہے کہ کسی کو پچھاڑ دینا اتنا مشکل نہیں ہے جتنا مشکل کہ غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھنا۔اس لئے جو شخص غصہ کے موقع پر اپنے نفس کو قابو میں رکھتا ہے وہ درحقیقت شیطان کو پچھاڑ دیتا ہے۔ اس لئے حقیقتاً ایسا شخص ہی اس بات کا مستحق ہے کہ اسے طاقتور کہا جائے۔

یہ بلیغ پیرایۂ بیان ہے۔جس میں غصہ کو قابو میں رکھنے اور جذبات کی رَو میں نہ بہنے کی فہمائش کی گئی ہے۔

معاملات میں نرمی اور فراخی سے کام لینا

حدیث

عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا سَمْحًا اِذَا بَاعَ وَ اِذَا اشْتَرَیٰ وَاِذَا اقْتَضٰی. (بخاری کتاب البیوع)

ترجمہ

حضرت جابر ابن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو خرید و فروخت اور (قرض) کا تقاضا کرنے میں نرمی اور فراخی سے کام لے۔

تشریح

مطلب یہ ہے کہ جو شخص خرید و فروخت کے معاملہ میں تنگی سے کام نہیں لیتا اور جھک جھک نہیں کرتا، اسی طرح مقروض سے قرض کی واپسی کا مطالبہ کرنے میں سختی نہیں کرتا بلکہ نرمی، فراخی اور درگذر کا رویہ اختیار کرتا ہے، تو اس کا یہ طرزِ عمل اُسے خدا کی رحمت کا مستحق بناتا ہے۔"

(۳)

بگاڑ پیدا کرنے والی باتیں

ظلم وزیادتی

حدیث

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ فِیْمَا رَوٰی عَنِ اللّٰہِ تبَارَکَ وَ تَعَالیٰ اَنَّہُ قَالَ: یَا عِبَادِیْ اِنِّیْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰی نَفْسِیْ وَ جَعَلْتُہُ بَیْنَکُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوْا یَا عِبَادِیْ کُلُّکُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ ھَدَیْتُہُ فَاسْتَھْدُوْنِیْ اَھْدِکُمْ. یَا عِبَادِیْ کُلُّکُمْ جَائِعٌ اِلَّامَنْ اَطْعَمْتُہُ فَاسْتَطْعِمُوْنِیْ اُطْعِمْکُمْ. یَا عِبَادِی کُلُّکُمْ عَارٍ اِلَّا مَنْ کَسَوْتُہُ فَاسْتَکْسُوْنِیْ اَکْسُکُمْ یَا عِبَادِیْ اِنَّکُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّیْلِ وَ النَّھَارِ وَ اَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا فَاسْتَغْفِرُوْنِیْ اَغْفِرْ لَکُمْ یَاعِبَادِی اِنَّکُمْ لَنْ تَبْلُغُوْا ضَرِّیْ فَتَضُرُّوْنِیْ وَلَنْ تَبْلُغُوْا نَفْعِیْ فَتَنْفَعُوْنِیْ. یَا عِبَادِیْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَ آخِرَکُمْ وَ اِنْسَکُمْ وَ جِنَّکُمْ کَانُوْا عَلٰی اَتْقیٰ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْکُمْ مَازَادَ ذٰلِکَ فِیْ مُلْکِی شَیْئًا. یَا عِبَادِیْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَ آخِرَکُمْ وَ اِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ کَانُوْا عَلٰی اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِّنْکُمْ مَانَقَصَ ذٰلِکَ مِنْ مُلْکِیْ شَیْئًا. یَا عِبَادِیْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَآخِرَکُمْ وَاِنْسَکُمْ وَ جِنَّکُمْ قَامُوْا فِیْ صَعِیْدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلُوْنِیْ فَاَعْطَیْتُ کَلَّ اِنْسَانٍ مَسْئَلَتَہُ مَا نَقَصَ ذٰلِکَ مِمَّا عِنْدِیْ اِلَّا کَمَا یَنْقُصُ الْمِخْیَطُ اِذَا اُدْخِلَ الْبَحْرَ یَا عِبَادِیْ اِنَّمَا ھِیَ اَعْمَالُکُمْ اُحْصِیْھَا لَکُمْ ثُمَّ اُوَفِّیْکُمْ اِیَّاھَا فَمَنْ وَجَدَ خَیْرًا فَلْیَحْمَدِ اللّٰہَ وَمَنْ وَجَدَ غَیْرَ ذٰلِکَ فَلَا یَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَہُ. (صحیح مسلم کتاب البر)

ترجمہ:

ابوذر روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ”اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے۔ اور تمہارے درمیان بھی اسے حرام ٹھہرایا ہے لہٰذا ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو سوائے اس کے جس کو میں ہدایت دوں لہٰذا مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تمہیں ہدایت دوں گا ۔ اے میرے بندو ! تم سب بھوکے ہو سوائے اس کے جسے میں کھلاؤں لہٰذا مجھ سے کھانا مانگو میں تمہیں کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو سوائے اس کے جسے میں پہناؤں لہٰذا مجھ سے کپڑا مانگو میں تمہیں پہناؤں گا۔ اے میرے بندو! تم رات دن خطائیں کرتے ہو

اور میں ہر قسم کے گناہوں کو بخشتا ہوں، لہٰذا مجھ سے معافی چاہو میں تمہیں بخش دوں گا۔ اے میرے بندو! تم نہ مجھے نقصان پہنچا سکتے ہو اور نہ نفع۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے تمام انس وجن سب سے زیادہ متقی شخص کے مطابق ہو جائیں تو اس سے میری سلطنت میں کوئی اضافہ نہ ہوگا۔

اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے تمام انس وجن سب سے زیادہ فاجر شخص کے مطابق ہو جائیں تو اس سے میری سلطنت میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے انس وجن کسی چٹیل میدان میں جمع ہو کر مجھ سے مانگیں اور میں ہر شخص کی مانگ پوری کردوں تو اس سے میرے خزانے میں کوئی کمی نہ ہوگی بجز اس کمی کے جو سوئی کو سمندر میں ڈبونے سے ہوتی ہے! اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جنہیں میں شمار کرتا ہوں پھر تمہیں ان کا پورا پورا بدلہ دوں گا۔ تو جو شخص بھلائی کو پالے وہ اللہ کا شکر ادا کرے اور جو بھلائی کے سوا کسی اور چیز کو پالے وہ اپنے نفس کو ملامت کرے۔" (مسلم کتاب البر)

تشریح

اس حدیث میں نبی ﷺ نے صراحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل فرمایا ہے۔ ایسی حدیث کا مقام احادیث میں نہایت اونچا ہے اور اسے حدیثِ قدسی کہتے ہیں۔

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے رحمت وشفقت کے ساتھ اپنے بندوں سے خطاب فرمایا ہے۔ اے میرے بندوں، کی تکرار اس کی اسی شفقت کی طرف اشارہ کرتی ہے اور یہ طرزِ تخاطب انسان کی اندورنی حس کو بیدار کرتا ہے۔ اور اسے اس بات کیلئے آمادہ کرتا ہے کہ وہ بندگانِ خدا پر ظلم وزیادتی نہ کرے۔

آپس میں ظلم نہ کرنے کی ہدایت کرتے ہوئے انسان کی یہ فہمائش کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ باوجود قادر مطلق اور فرمانروائے کل ہونے کے کسی پر بھی ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا۔ پھر انسان کیلئے یہ کیونکر روا ہو سکتا ہے کہ وہ اسی کے بخشے ہوئے اختیارات کو دوسرے پر ظلم ڈھانے کے لئے استعمال کرے۔ ان عارضی اختیارات کو پا کر کسی کا بڑائی میں مبتلا ہو جانا اور دوسروں کے لئے ظلم پر اتر آنا کم ظرفی کی بات ہے۔ انسانی فطرت ظلم سے نفرت کرتی ہے اور اللہ کا دین، ناحق کی زیادتی کو ہرگز جائز نہیں قرار دیتا، خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھنے والے شخص کے خلاف کی جائے۔

آج انسانیت جن مظالم کا شکار ہے اور ایک گروہ دوسرے گروہ کے خلاف، ایک فرقہ دوسرے فرقہ کے خلاف اور ایک قوم دوسری قوم کے خلاف جس طرح زیادتیوں کو روا رکھے ہوئے ہے، اور انسان کے خون کی

ہر طرف جوارزانی ہے، اس کا حقیقی علاج اسی صورت میں ممکن ہے جب کہ انسان اپنے خالق ومالک کو پہچان لے اور اس کی طرف رجوع ہو۔ اسی سے اس کا ضمیر بیدار ہوگا، اور وہ خلقِ خدا کے ساتھ انصاف کا معاملہ کرے گا۔

یہ حدیث اللہ تعالیٰ کی عظمت کا تصور پیش کرتے ہوئے توحید کو قبول کرنے کی دعوت دیتی ہے۔ اور یہ حقیقت ذہن نشین کراتی ہے کہ اس کائنات کا مقتدرِ اعلیٰ اور ہم سب کا داتا اور رازق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ اسی سے امیدیں وابستہ کریں اور جو بھی مانگنا ہو اسی سے مانگیں۔ وہ ایسے وسیع خزانوں کا مالک ہے کہ ہم اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔ اس کے سوا کسی اور کے داتا ہونے کا تصور ہی باطل ہے، خواہ وہ بت ہو، یا ستارہ، دیوی ہو یا دیوتا، جن ہو یا فرشتہ اور ولی ہو یا پیغمبر۔

حدیث کا آخری حصہ جزائے عمل کا تصور پیش کرتا ہے۔ اچھے اعمال کے اچھے نتائج مرتب ہونگے اور بُرے اعمال کے بُرے نتائج۔

اللہ تعالیٰ کی اس واضح نصیحت کے بعد بھی جو لوگ نہ سنبھلیں تو وہ اپنے انجام بد کے خود ہی ذمہ دار ہیں۔

حدیث

عَنْ ابْنِ عُمَرَ (رض) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (مسلم کتاب الادب)

ترجمہ

ابن عمرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ظلم قیامت کے دن ظلمات (تاریکیوں) کی شکل میں آئے گا۔

تشریح

جب کوئی شخص کسی پر ظلم کرتا ہے تو وہ اندھا بن جاتا ہے۔ اگر وہ کھلی آنکھوں سے دیکھتا کہ میں کیا کر رہا ہوں تو وہ کبھی ظلم نہ کرتا، مگر تکبر، خودغرضی اور تعصبات اسے اندھا بنا دیتے ہیں۔ یہ نفسیاتی تاریکی جو ظلم وزیادتی کی وجہ سے دنیا میں پیدا ہوتی ہے قیامت کے دن اسے پوری طرح ڈھانک دیگی، گویا کہ اس پر تاریکیوں کے دبیز پردے پڑے ہیں۔

دوسروں کی زمین پر
غاصبانہ قبضہ

حدیث

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ (رض) قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ اَخَذَ شَيْئًا مِنَ الْاَرْضِ بِغَيْرِ حَقِّهٖ خُسِفَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلٰى سَبْعِ اَرْضِيْنَ .(بخاری کتاب بدء الخلق)

ترجمہ

عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص ناحق کسی کی زمین پر قبضہ کرے گا قیامت کے دن اس کو سات زمینوں تک دھنسا دیا جائے گا۔

تشریح

دوسروں کی زمین پر غاصبانہ قبضہ کرنا بڑی ظالمانہ حرکت ہے۔ لیکن اس قسم کی حرکتیں کرنے والوں کی دنیا میں نہ پہلے کمی تھی اور نہ آج ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان اپنی حرکتوں کے ان نتائج سے غافل ہے جو آنے والی زندگی میں رونما ہونے والے ہیں۔ اگر اسے یقین ہو کہ کسی کی زمین پر غاصبانہ قبضہ کرنے کا نتیجہ سات زمینوں میں دھنسائے جانے کی شکل میں نکلنے والا ہے، تو وہ کبھی کسی کی ایک انچ زمین پر بھی قبضہ کرنے کی جسارت نہیں کرے گا۔ خواہ قانون کا ڈنڈا اس کے سر پر مسلط ہو یا نہ ہو۔

قطع رحمی

حدیث

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعُ رَحِمٍ. (مسلم کتاب البر)

ترجمہ

حضرت جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔

تشریح

قطع رحمی کا مطلب قرابت والوں کے ساتھ برا سلوک کرنا، اور رشتے ناطے کو کاٹ دینا ہے۔ اسلام کی نگاہ میں یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ جو شخص اس کا مرتکب ہو، اس پر جنت کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ اس لئے قرابت کے تعلقات توڑنے والوں کو خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے کہ وہ اپنی رسمی دینداری کی بناء پر جنت کے مستحق ہونگے۔ جنت کے مستحق وہی لوگ ہو سکتے ہیں جن کے اندر تقویٰ (خدا خوفی) ہو، اور جس شخص کے اندر تقویٰ ہوگا وہ قرابت کے تعلق کو توڑنے والی حرکتیں نہیں کرے گا بلکہ جوڑنے کی کوشش کرے گا۔

مال کی حرص

حدیث

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قال سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: لَوْ كَانَ لِابْنِ آدمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ لَا بْتَغٰى ثَالِثًا وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ اِلَّا التُّرَابُ. وَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ. (بخاری کتاب الرقاق)

ترجمہ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر آدمی کے پاس مال سے بھری ہوئی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری کا طالب ہوگا۔ آدمی کا پیٹ تو مٹی ہی بھر دے گی۔ اور اللہ اس شخص کی طرف متوجہ ہوتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے۔''

تشریح

یہ بہت بلیغ مثال ہے کثرتِ طلبی کی۔انسان مال کا حریص واقع ہوا ہے کہ اسے کبھی سیری نہیں ہوتی۔وہ زیادہ سے زیادہ مال حاصل کرنے کی طلب میں اپنے کو بیحد مشغول کر دیتا ہے۔اور اپنی عمر اسی میں کھپا دیتا ہے حالانکہ زندگی اللہ تعالیٰ نے ایک نہایت اعلیٰ مقصد کیلئے عطاء کی ہے۔مگر وہ حصول مال کی جدوجہد میں ایسا منہمک ہو جاتا ہے کہ اسے کچھ خبر نہیں کہ زندگی کا کوئی اعلیٰ نصب العین بھی ہے۔ظاہر ہے ایسا شخص اپنے مقصد میں بالکل ناکام ہے۔اور جب نتائج کے ظہور کا وقت آئے گا تو اسے محسوس ہوگا کہ وہ دنیا میں ایک ناکام زندگی گزار کر آیا ہے۔اس کے حصہ میں نامرادی کے سوا کچھ بھی نہیں آئے گا۔’’آدمی کا پیٹ مٹی ہی بھرے گی‘‘ کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کی حرص قبر میں پہنچ کر ہی ختم ہوگی۔’’اور اللہ اس شخص کی طرف متوجہ ہوتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے‘‘ کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص خدا کی طرف رجوع کرے گا اس کی رہنمائی وہ ضرور فرمائے گا اور اسے حرصِ مال سے بچا کر زندگی کے حقیقی مقصد کیلئے جدوجہد کرنے کی توفیق عطاء فرمائے گا۔

اکلِ حرام

حدیث

عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ لَایَدْخُلُ الْجَنَّۃَ جَسَدٌ غُذِیَ بِالْحَرَامِ. (مشکوٰۃ کتاب البیوع رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ

حضرت ابو بکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ جسم جنت میں داخل نہ ہوگا جسے حرام سے غذا ملی ہو۔

حدیث

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ، وَ کُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ کَانَتِ النَّارُ اَوْلٰی بِہٖ. (مشکوٰۃ کتاب البیوع رواہ احمد)

ترجمہ

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ گوشت جنت میں داخل نہ ہوگا جس کی حرام سے نشو ونما ہوئی ہو۔اور ہر وہ گوشت جس نے حرام سے نشو ونما پائی دوزخ ہی کے لائق ہے۔‘‘

تشریح

اس میں زبردست انتباہ ہے ان لوگوں کے لئے جو’’روٹی‘‘ کو مقصدِ زندگی بناتے ہیں۔اور پھر اسے جائز اور ناجائز ہر طریقہ سے حاصل کرنے کے درپہ ہوتے ہیں۔وہ کسب معاش کے معاملہ میں پاکیزگی کا کوئی تصور نہیں رکھتے اور اس اعلیٰ اخلاقی قدر کو تنگ نظری پر محمول کرتے ہیں۔لیکن اسلام اس حقیقت سے آگاہ کرتا ہے کہ ناپاک ذریعہ سے حاصل کی ہوئی’’روٹی‘‘ جسم کو فربہ تو بنا سکتی ہے مگر صالح خون نہیں پیدا کر سکتی۔اور جس جسم میں’’فاسد خون‘‘ دوڑ رہا ہو وہ آگ ہی میں جھلسنے کے لائق ہے۔ظاہر ہے ناپاک اور فاسد جسم جنت میں کہاں جگہ پا سکتا ہے۔

حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَایُبَالِی الْمَرْءُ مَا اَخَذَ مِنْهُ اَمِنَ الْحَلَالِ اَمْ مِنَ الْحَرَامِ . (بخاری کتاب البیوع)

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ آدمی کو اس بات کی پرواہ نہ ہوگی کہ اس نے کس طریقہ سے مال حاصل کیا، حلال طریقہ سے یا حرام طریقہ سے۔

تشریح

حدیث میں جس اخلاقی انحطاط کا اندیشہ ظاہر کیا گیا ہے، اس سے آج انسانی معاشرہ بُری طرح دوچار ہے۔جائز ناجائز میں تمیز بالکل نہیں رہی، بلکہ لوگوں پر صرف کمانے کا بھوت سوار ہے خواہ کسی طریقہ سے ہو۔غور کیجئے نبی ﷺ کی یہ پیشین گوئی کس طرح حرف بحرف صحیح ثابت ہو رہی ہے۔

حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا وَاَنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَا اَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِیْنَ فَقَالَ یَا اَیُّهَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحاً اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ وَقَالَ یَا اَیُّهَاالَّذِیْنَ آمَنُوْا کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبَاتِ مَا رَزَقْنَا کُمْ. ثُمَّ ذَکَرَ الرَّجُلَ یُطِیْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ یَمُدُّ یَدَیْهِ اِلَی السَّمَآءِ یَا رَبِّ ! یَا رَبِّ ! وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَ مَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَ مَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَ غُذِیَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لِذٰلِکَ . (مسلم کتاب الزکاة)

ترجمه

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک چیزوں ہی کو قبول فرماتا ہے۔ اس نے مؤمنوں کو اس بات کا حکم دیا ہے، جس کا حکم اس نے رسولوں کو دیا ہے۔ اس کا ارشاد ہے: یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ (المؤمنون :۵۱) اے رسولو! پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ تم جو کچھ کرتے ہو اس کو میں جانتا ہوں۔ نیز فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ۔ (بقرہ:۱۷۲)‘‘ اے ایمان والو کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو ہم نے تمہیں دی ہیں۔‘‘ راوی کہتا ہے پھر’’ آپ نے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا ہے جو (حج کے لئے) طویل سفر کرتا ہے، جس کے بال (سفر کی وجہ سے) پراگندہ اور غبار آلود ہو رہے ہیں۔ وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دعا کرتا ہے اے میرے رب! اے میرے رب! حالانکہ اس کا کھانا، اس کا پینا اور اس کا لباس سب حرام کا ہے اور حرام کھا کر وہ پلا ہے پھر اس کی دعا کس طرح قبول ہوگی۔‘‘

تشریح

اسلام کسبِ مال کے صرف جائز طریقوں کو اختیار کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ اس کی تعلیم یہ ہے کہ پوری زندگی میں، جس میں معاشی زندگی بھی شامل ہے اللہ تعالیٰ کے احکامات و ہدایات کی پابندی کرو۔ لیکن جو شخص حرام مال کما رہا ہو اور اس کو اللہ کے احکام کی پرواہ نہ ہو، اس کا اللہ سے دعا کرنا کوئی معنیٰ نہیں رکھتا۔ دعا وہی قبول ہوتی ہے جس کے پیچھے اللہ کی اطاعت کا جذبہ کارفرما ہو اور جو خلوص دل سے کی گئی ہو۔

بخل

حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ مَا مِنْ یَوْمٍ یُصْبِحُ الْعِبَادُ فِیْهِ اِلَّا مَلَکَانِ یَنْزِلَانِ فَیَقُوْلُ اَحَدُهُمَا اللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَیَقُوْلُ الاٰخَرُ اللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِکاً تَلَفاً. (بخاری کتاب الزکاة)

ترجمه

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: روزانہ صبح کے وقت دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ایک کہتا ہے خدایا! انفاق کرنے والے کو اس کی جگہ اور عطا فرما۔ اور دوسرا کہتا ہے خدایا! بخیل کے مال کو تلف کر دے۔

تشریح

جو مال حقوق کی ادائیگی میں خرچ کیا جاتا ہے وہ برکت سے خالی نہیں ہوتا۔ خرچ کئے ہوئے مال کی جگہ دوسرا مال اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔ لیکن جن لوگوں کے ذہن پر مادیت کا غلبہ ہوتا ہے وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ مال خرچ کرنے سے گھٹ جاتا ہے۔ اس لئے وہ حقوق کی ادائیگی میں بھی بخل سے کام لیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ مال خیر کی راہ میں خرچ نہیں ہوتا بلکہ اس کیلئے تباہی کا موجب بن جاتا ہے۔

حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ(رض) اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ : مَثَلُ الْبَخِیْلِ وَالْمُنْفِقِ کَمَثَلِ رَجُلَیْنِ عَلَیْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِیْدٍ مِنْ ثَدْیِهِمَا اِلٰی تَرَاقِیْهِمَا فَاَمَّا الْمُنْفِقُ فَلَا یُنْفِقُ اِلَّا سَبَغَتْ اَوْ وَفَرَتْ عَلٰی جِلْدِهِ حَتّٰی تُخْفِیَ بَنَانَهُ وَتَعْفُوَ اَثَرَهُ ، وَاَمَّا الْبَخِیْلُ فَلَا یُرِیْدُ اَنْ یُنْفِقَ شَیْئًا اِلَّا لَزِقَتْ کُلُّ حَلْقَةٍ مَکَانَهَا فَهُوَ یُوَسِّعُهَا وَلَا تَتَّسِعُ . (بخاری کتاب الزکوة)

ترجمه

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بخل کرنے والے اور انفاق کرنے والے کی مثال ایسی ہے، جیسے دو آدمی لوہے کا کرتہ (زرہ) پہنے ہوئے ہوں، جو سینہ سے ہنسلی کی ہڈی تک ہو۔ انفاق کرنے والا جب انفاق کرتا ہے تو اس کا کرتہ وسیع ہو کر پورے جسم کو ڈھانک لیتا ہے، یہاں تک کہ اس کی انگلیاں اور اس کے نشان قدم بھی ڈھک جاتے ہیں۔ اس کے برعکس بخیل جب خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو زرہ کی تمام کڑیاں اپنی جگہ چمٹ جاتی ہیں وہ اُسے کشادہ کرنا چاہتا ہے لیکن وہ کشادہ نہیں ہو پاتیں۔

تشریح

یہ انفاق کرنے والے یعنی فیاض اور بخیل کی مثالیں ہیں۔ انفاق کرنے والے کی زرہ کے کشادہ ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے معاملہ میں کوئی تنگی محسوس نہیں کرتا، بلکہ برضا ورغبت خرچ کرتا ہے جس سے شرحِ صدر کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اور اطمینانِ قلب نصیب ہوتا ہے۔ بخلاف اس کے جب بخیل کے سامنے انفاق کی ضرورت ابھر کر سامنے آجاتی ہے اور اسے خرچ کرنے کا خیال آ بھی جاتا ہے تو بخل اسے اس پر آمادہ نہیں کرتا۔ اور وہ انفاق سے رک جاتا ہے۔ اس طرح اس کے اندر تنگی اور ضیق صدر کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، جو اسے بے چینی، پریشانی اور اضطراب میں مبتلا کر دیتی ہے۔

منافقانہ خصلتیں

حدیث

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بِنْ عمرو وَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصاً وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا اِذَا اُؤْتُمِنَ خَانَ وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَ اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ. (بخاری کتاب الایمان)

ترجمه

عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: چار باتیں ایسی ہیں کہ جس میں جمع ہو جائیں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصلت پائی جائے تو وہ نفاق کی خصلت ہے جب تک کہ اسے چھوڑ نہ دے۔ جب امانت دار بنایا جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب معاہدہ کرے تو عہد شکنی کرے، اور جب جھگڑا ہو تو بد زبانی کرے۔

تشریح

نفاق کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے مسلمان ہونے کا اظہار تو کرے، لیکن اپنے ایمان میں مخلص نہ ہو۔ کیونکہ ایک مخلص مؤمن میں وہ خصلتیں جمع نہیں ہو سکتیں جو ایمان کی ضد ہیں۔ حدیث میں ان چار خصلتوں کا ذکر ہوا ہے جو منافق کے کردار کی خصوصیات ہیں۔ یعنی خیانت، جھوٹ، عہد شکنی اور بد زبانی۔ افسوس کے نبی ﷺ کی اس سخت تنبیہ کے باوجود مسلمانوں میں یہ سب باتیں آ گئیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام مسلمانوں کو اخلاق کی کس بلندی پر لے جانا چاہتا ہے اور وہ کس پستی کی طرف جا رہے ہیں۔

پڑوسی کو تنگ کرنا

حدیث

عَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قال: وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَ اللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ۔ قِيْلَ وَ مَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الَّذِیْ لَا يَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ. (بخاری کتاب الادب)

ترجمه

ابوشریح سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! وہ مؤمن نہیں۔ اللہ کی قسم وہ مؤمن نہیں۔ اللہ کی قسم وہ مؤمن نہیں۔ ''کسی نے پوچھا اے اللہ کے رسول! کون مؤمن نہیں؟'' فرمایا وہ جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہیں۔

تشریح

مطلب یہ ہے کہ جو مسلمان اپنے پڑوسی پر ظلم وزیادتی کرتا ہے، چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم تو اس کا یہ رویہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ ابھی ایمان کی حقیقت کو پا نہیں سکا ہے۔ کیونکہ ایمان تو پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا سکھاتا ہے نہ کہ اس کو تکلیف دینا اور تنگ کرنا۔

نبی ﷺ کے ارشاد میں ان مسلمانوں کیلئے زبردست تنبیہ ہے جو اپنے کو مسلمان کہلانے میں تو فخر محسوس کرتے ہیں لیکن پڑوسیوں کے ساتھ ان کا رویہ اتنا غلط ہوتا ہے کہ ایمان سے کسی طرح میل نہیں کھاتا۔ اگر ان میں واقعی خدا کا خوف ہوتا جو ایمان کا خاصہ ہے تو وہ ہرگز ظلم اور شرارت کا رویہ اختیار نہ کرتے۔

خواہش پرستی

حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ وَ حُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ . (بخاری کتاب الرقاق)

ترجمہ

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہنم خواہشات نفس سے ڈھانپ دی گئی ہے اور جنت ایسی باتوں سے جو نفس کو ناگوار ہے۔

تشریح

مطلب یہ ہے کہ نفس ان کاموں کیلئے بہ آسانی آمادہ ہوجاتا ہے جن سے خواہشات پوری ہوتی ہوں کیونکہ اس میں نفس کیلئے لذت کا سامان ہوتا ہے۔ لیکن اس کا انجام جہنم ہے، کیونکہ یہ راہ اللہ کی نافرمانی کی راہ ہے۔ مثال کے طور پر آدمی نفس کو ڈھیل دیکر شراب خوری، زنا کاری اور حرام خوری جیسے گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے، لیکن ایسا کر کے وہ خدا کے غضب کو دعوت دیتا ہے اور جہنم سے قریب ہوجاتا ہے۔ بخلاف اس کے نیک کاموں کا کرنا انسان کے نفس پر شاق گزرتا ہے، کیونکہ اس میں بظاہر کوئی کشش اور لذت نہیں ہوتی، لیکن چونکہ یہ کام اللہ کی رضا کیلئے اس کی اطاعت میں انجام دیئے جاتے ہیں، اس لئے اس کا نتیجہ نہایت خوشگوار ہوگا یعنی جنت۔ لہٰذا اگر انسان چاہتا ہے کہ اس کے کاموں کا بہتر انجام اس کے سامنے آئے تو اسے چاہئے کہ اپنے

نفس کو ڈھیل دینے کے بجائے اس پر گرفت مضبوط رکھے، اور نفس کی ناگواری کے باوجود وہ کام کرے جو اللہ کی اطاعت کے ہیں۔

نسل پرستی

حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ (رض) اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : قَدْ اَذْهَبَ اللّٰهُ عَنْكُمْ عُبِّیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ وَ فَخْرَهَا بِالْاٰبَآءِ ، مُؤْمِنٌ تَقِیٌّ وَ فَاجِرٌ شَقِیٌّ وَالنَّاسُ بَنُوْ آدَمَ وَ آدَمُ مِنْ تُرَابٍ. (ترمذی۔ ابواب المناقب)

ترجمہ

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہاری جاہلیت کی نخوت اور آباء واجداد پر فخر کرنے کا طریقہ اللہ نے مٹا دیا ہے۔ آدمی یا تو مومن متقی ہوتا ہے یا بدبخت فاجر۔ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے تھے۔

تشریح

زمانہ جاہلیت میں لوگ نسل پرستی میں مبتلا تھے۔ ان کے نزدیک نسل ونسب کی برتری شرافت کا معیار تھا۔ اس چیز نے ان کے اندر کبر ونخوت کے جذبات پیدا کر دئے تھے، جو ان کی اصلاح میں مانع تھے۔ یہودی بھی نسلی برتری کے مرض میں مبتلا تھے جس نے ان کو بے عمل بنا دیا تھا۔

اسلام نے جاہلیت کے اس تصور کو باطل قرار دیتے ہوئے اس حقیقت کو واضح کیا، کہ انسان کا اچھا ہونا اس کے کردار کے اچھا ہونے، اور اس کا بُرا ہونا اس کے کردار کے بُرا ہونے پر موقوف ہے۔ معیارِ فضیلت نسل ونسب نہیں بلکہ تقویٰ اور خدا خوفی ہے، جو انسان کے اندر اوصافِ حمیدہ پیدا کرتی ہے۔ آدمی خواہ کسی نسل سے تعلق رکھتا ہو، اس کے اندر اگر ایمان اور تقویٰ ہے تو وہ بہترین انسان ہے۔ اور اگر وہ اس سے محروم ہے تو اس کیلئے عزت وشرف کا کوئی مقام نہیں۔

عریانیت

حدیث

عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : کَمْ مِنْ کَاسِیَۃٍ فِی الدُّنْیَا عَارِیَۃٍ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ . (بخاری کتاب اللباس)

ترجمه

ام سلمہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کتنی ہی عورتیں ایسی ہیں جو دنیا میں کپڑوں میں ملبوس رہتی ہیں لیکن قیامت کے دن برہنہ ہوں گی۔

تشریح

اشارہ ہے عورتوں کے نیم عریاں لباس کی طرف، اور ایسے باریک کپڑے کی طرف جس کو پہن کر بدن جھلکتا ہے۔ نیز اس کے مفہوم میں تنگ اور چست لباس بھی شامل ہے جس سے جسم کے نشیب وفراز نمایاں ہوں۔ موجودہ دور کی اخلاق سے عاری تہذیب نے عورتوں کو فیشن کا ایسا پرستار بنادیا ہے کہ ان کی اخلاقی حس مُردہ ہوگئی ہے۔ اور وہ شرم وحیا کی صفت سے جو کہ جوہر نسوانیت تھا بالکل محروم ہوگئی ہیں۔ پھر تمدنی ترقی نے نائلون کے باریک اور شفاف کپڑے ایجاد کرکے بے حیائی کے لباس کو عام کردیا ہے۔ لیکن اسلام کی نظر میں اصل اہمیت اخلاقی اقدار کی ہے۔ اس لئے وہ ایسے لباس کو ناپسند کرتا ہے جس کے پردہ میں بے حیائی کا مظاہرہ ہو۔ وہ اسے منکر (کھلی برائی) قرار دیتے ہوئے یہ وعید سناتا ہے کہ ایسا لباس پہننے والی عورتیں قیامت کے دن لباس سے محروم ہونگی۔ کیونکہ جب انہوں نے عریانیت کو پسند کیا تو اپنے کو اس سزا کا مستحق ثابت کردیا کہ قیامت کے دن وہ برہنہ رہیں۔ کیسی وعید ہے حدیث کے الفاظ میں اور کیسی بلاغت ہے اس کے معانی میں!

مرد اور عورت کی ایک دوسرے سے مشابہت

حدیث

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ الْمُتَشَبِّھِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّھَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ. (بخاری کتاب اللباس)

ترجمه

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کی مشابہت کرنے والے مردوں اور مردوں کی مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

تشریح

عورت اور مرد کی جسمانی ساخت یکساں نہیں ہے بلکہ قدرتی طور پر ان کے درمیان فرق پایا جاتا ہے۔ اسی طرح دونوں کی نفسیات بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔ مرد میں رجولیت کی خصوصیات پائی جاتی ہیں تو عورتوں میں نسوانیت کی۔ اس قدرتی اور نفسیاتی اختلاف کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں کا لباس، وضع قطع اور ادا ایک دوسرے سے مختلف ہو۔

اس کے برخلاف مردوں کا عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا اور عورتوں کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا درحقیقت اپنی فطرت سے جنگ کرنے کے ہم معنیٰ ہے۔ اور اس بناء پر وہ خدا کے غضب کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

فیشن کا پرستار بنانے والی مغربی تہذیب نے مردوں میں عورت بننے اور عورتوں میں مرد بننے کا ایسا رجحان پیدا کردیا ہے کہ اب راستوں پر عورتیں نیم مرد اور مرد نیم عورتیں دکھائی دیتے ہیں۔ اور بعض اوقات تو یہ دھوکا ہوجاتا ہے کہ پاس سے گزرنے والا مرد ہے یا عورت! عورت نمائی کے شوق میں پہلے تو مردوں نے داڑھی پر ہاتھ صاف کیا جس سے مردانہ وقار قائم ہوتا تھا۔ اس کے بعد لباس اور زیبائش وآرائش میں بھی نقالی شروع کردی۔ اسی طرح عورتیں بھی مردنمائی کے شوق میں مردانہ لباس زیب تن کرنے لگی ہیں۔ اور اپنے بال بھی مردوں کی طرح کترواتی ہیں۔ عورت اور مرد کی ایک دوسرے سے مشابہت اختیار کرنے کی نمایاں مثال موجودہ زمانہ کے وہ ''مہذب دیوانے'' ہیں جن کو دنیا ہپی کے نام سے جانتی ہے۔

باہمی تعلقات کو خراب کرنے والی باتیں

حدیث

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِیَّاكُمْ وَ الظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِیْثِ وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا. (البخاری کتاب الادب)

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ” بدگمانی سے بچو، کیونکہ بدگمانی بدترین جھوٹ ہے۔لوگوں کے عیب تلاش نہ کرو، ٹوہ نہ لگاؤ، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، اور نہ آپس میں بغض رکھو، بلکہ اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی ہوجاؤ۔“

تشریح

یہ وہ باتیں ہیں جو اخلاق میں بگاڑ اور باہمی تعلقات میں خرابی پیدا کردیتی ہیں۔اور ان میں سرفہرست بدگمانی ہے۔ بدگمانی یہ ہے کہ آدمی کسی کے بارے میں بُری رائے قائم کرلے، جب کہ اس کے لئے کوئی صحیح بنیاد یا کوئی واضح قرینہ موجود نہ ہو۔اس صورت میں آدمی خلاف واقعہ باتیں دوسرے کی طرف منسوب کرنے لگتا ہے اور بعض مرتبہ اس کے خلاف اقدام بھی کر بیٹھتا ہے۔بعد میں جب اصل صورتِ حال سامنے آجاتی ہے تو پچھتانے لگتا ہے، اس لئے نبی ﷺ نے بدگمانی کو بدترین جھوٹ سے تعبیر فرمایا ہے۔قرآن کریم میں بھی بدگمانی سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

لوگوں کے عیب تلاش کرنا اور ٹوہ لگانا بھی ایک اخلاقی بیماری ہے۔جو شخص اپنے اخلاق کو درست اور صحتمند رکھنا چاہتا ہو وہ اپنے عیوب تلاش کرے تاکہ اس کی اصلاح ہو، لیکن جو شخص اپنی اصلاح کی طرف سے غافل ہوتا ہے وہ دوسروں کے عیوب تلاش کرتا پھرتا ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اس سلسلے میں بڑی مؤثر نصیحت فرمائی تھی، انجیل متی میں ہے:

” عیب جوئی نہ کرو کہ تمہاری بھی عیب جوئی نہ کی جائے، کیونکہ جس طرح تم عیب جوئی کرتے ہو اسی طرح

تمہاری بھی عیب جوئی کی جائے گی۔اور جس پیمانہ سے تم ناپتے ہو اسی سے تمہیں بھی ناپا جائے گا۔تُو کیوں اپنے بھائی کی آنکھ کے تنکے کو دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کے شہتیر پر غور نہیں کرتا؟ اور جب تیری ہی آنکھ میں شہتیر ہے تو، تو اپنے بھائی سے کیوں کر کہہ سکتا ہے کہ لا تیری آنکھ میں سے تنکا نکال دوں؟ اے ریاکار! پہلے اپنی آنکھ میں سے تو شہتیر نکال پھر اپنے بھائی کی آنکھ میں سے تنکے کو اچھی طرح دیکھ کر نکال سکے گا۔“(متی ۷: ۱ تا ۵)

حسد یہ ہے کہ آدمی دوسرے کی خوبی یا خوش حالی کو دیکھ نہ سکے اور اس بات کا خواہش مند ہو کہ وہ اس سے چھن جائے۔اس طرح آدمی حسد کی آگ میں خود جلتا رہتا ہے۔

کسی سے نفسانیت کی بنا پر بغض وعناد رکھنا دل کی کدورت کو ظاہر کرتا ہے۔اسلام انسان کے دل کو ہر قسم کی کدورت اور ہر قسم کی بیماریوں سے پاک کرنا اور پاک رکھنا چاہتا ہے۔اور اس کی تعلیمات اسی اعلیٰ مقصد کیلئے ہیں۔اور ان پر عمل پیرا ہونے سے باہم اخوت کا رشتہ مضبوط ہوتا ہے۔

جب حیاء نہ رہے

حدیث

عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ : اِنَّ مِمَّا اَدْرَکَ النَّاسُ مِنْ کَلَامِ النُّبُوَّةِ الْاُوْلٰی اِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ . (بخاری کتاب الادب)

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کلام نبوت کی باتوں میں سے لوگوں نے جو کچھ پایا ہے اُن میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ جب تم میں شرم وحیا نہ رہے تو جو چاہو کرو۔

تشریح

یعنی شرم وحیا انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات میں سے ہے۔اور یہ تعلیمات جو لوگوں کی زبان زد ہے کہ جب تم میں شرم وحیاء نہ رہے تو جو چاہو کرو، شرم وحیاء دراصل انبیائی تعلیمات ہی کا جزء ہے۔اور یہ حقیقت ہے کہ جب انسان میں شرم وحیاء باقی نہیں رہتی تو پھر اسے کسی بھی بُرائی کا ارتکاب کرنے میں باک نہیں ہوتا۔اس لئے شرم وحیاء کا وصف بنیادی اہمیت رکھتا ہے اور اس کو انسان کی کردار سازی میں بڑا دخل ہے۔

ظالم کو نہ روکنے کا نتیجہ

حدیث

عَن اَبِی بَکرٍ الصِّدِّیق اَنَّهُ قَالَ سَمِعتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ یَقُولُ : اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ یَأخُذُوا عَلیٰ یَدَیهِ اَنْ یَعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ مِنهُ. (الترمذی ابواب الفتن)

ترجمہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جب لوگ ظالم کو دیکھ کر اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو اللہ ان پر عام عذاب نازل فرماتا ہے۔

تشریح

ظالم کو اگر ظلم سے روکا نہ جائے تو غلط عناصر کے حوصلے بڑھنے لگتے ہیں اور ظلم وزیادتی سماج میں عام ہوجاتی ہے۔ اور دوسرے جرائم میں بھی اضافہ ہوجاتا ہے۔ نیز رفتہ رفتہ لوگوں کے اس احساس میں کہ برائی کو دور کرنا چاہئے، کمی واقع ہونے لگتی ہے اور وہ سب کچھ گوارا کرنے لگتے ہیں۔ گویا سماج سے ایک سڑے ہوئے عضو کو نہ کاٹ کر پورے جسم کو سڑنے کا موقع دیا، اس لئے ایسا سماج اپنی فرض ناشناسی کے نتیجہ میں بُرے انجام کو پہنچ جاتا ہے۔ ظلم وجور کے نتیجہ میں قوموں کا تباہ ہونا ایک تاریخی حقیقت ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ تباہی خدا کی طرف سے اور اس کے قانون جزا کے مطابق ہوتی ہے۔

حدیث

عَن وَائِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا الْعَصَبِیَّةُ قَالَ : اَنْ تُعِینَ قَوْمَکَ عَلَی الظُّلْمِ . (ابو داؤد کتاب الادب)

ترجمہ

وائلہ بن اسقع فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: عصبیت کیا ہے؟ فرمایا: عصبیت یہ ہے کہ تم اپنی قوم کی ظلم کے معاملہ میں مدد کرو۔

تجارت میں فسق وفجور

حدیث

عَنْ رِفَاعَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ التُّجَّارُ یُحشَرُونَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فُجَّارًا اِلَّا مَنِ اتَّقَی وَ بَرَّ وَ صَدَقَ. (الترمذی)

ترجمہ

حضرت رفاعہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تاجر قیامت کے دن فاجر کی حیثیت سے اٹھائے جائیں گے، سوائے ان کے جنہوں نے تقویٰ، نیکی اور سچائی کی روش اختیار کی۔

تشریح

کاروبار اور تجارت میں لوگ خاص طور پر دنیا پرستانہ ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہیں، یہاں تک کہ بسا اوقات ''دیندار'' لوگ بھی ان معاملات میں دینداری نہیں برتتے۔ نہ انہیں اس بات کی پرواہ ہوتی ہے کہ جائز کیا ہے اور ناجائز کیا۔ اور نہ دیانتداری اور سچائی کا خیال رکھتے ہیں۔ انہیں تو بس پیسے کمانے ہی کی فکر ہوتی ہے خواہ اس کیلئے دین اور اخلاق کے حدود ہی کو کیوں نہ پھاندنا پڑے۔ اسی لئے نبی ﷺ نے تاجروں کو متنبہ فرمایا ہے کہ اگر انہوں نے خدا خوفی، اخلاق اور دیانتداری کی روش اختیار نہیں کی تو قیامت کے دن ان کا حشر فاجروں کا سا ہوگا۔

ذخیرہ اندوزی

حدیث

عَنْ مَعْمَرِ بْنِ عبداللّٰہِ عن رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ : لَا یَحْتَکِرُ اِلَّا خَاطِیٌٔ .(مسلم کتاب المساقاۃ)

ترجمہ

حضرت معمر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہی شخص ذخیرہ اندوزی کرتا ہے جو گنہگار ہو۔

تشریح

غلہ اور دوسری اشیائے ضرورت کو اس لئے روکنا کہ وہ مہنگے دام فروخت ہوں، جب کہ بازار میں ان کی قلت کی وجہ سے لوگوں کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہو، لوگوں کی مشکلات سے ناجائز فائدہ اٹھانا ہے۔ اسلام اس ذہنیت کو غلط اور مجرمانہ قرار دیتا ہے کیونکہ یہ طریقہ انسانی ہمدردی کے منافی، لوگوں کی مشکلات میں اضافہ کا باعث اور خودغرضانہ ہے۔

نبی ﷺ نے اپنے اس ارشاد میں ذخیرہ اندوزی (Hoarding) کرنے والوں کو صراحت کے ساتھ گنہگار قرار دیا ہے۔

۴

سیاست و حکومت

احساسِ ذمہ داری

حدیث

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْ لَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اَلَا کُلُّکُمْ رَاعٍ وَ کُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رِعِیَّتِہٖ فَالْاِمَامُ الَّذِیْ عَلَی النَّاسِ رَاعٍ وَھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رِعِیَّتِہٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰی اَھْلِ بَیْتِہٖ وَھُوَمَسْئُوْلٌ عَنْ رِعِیَّتِہٖ وَالْمَرْأَۃُ رَاعِیَۃٌ عَلٰی اَھْلِ بَیْتِ زَوْجِھَا وَوَلَدِہٖ وَھِیَ مَسْئُوْلَۃٌ عَنْھُمْ وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلٰی مَالِ سَیِّدِہٖ وَھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْہُ. اَلَا فَکُلُّکُمْ رَاعٍ وَ کُلُّکُمْ مَسْعُوْلٌ عَنْ رِعِیَّتِہٖ .(بخاری ،کتاب الاحکام)

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سنو! تم میں سے ہر شخص نگراں ہے۔ اور ہر ایک سے اس کی بابت جو اس کے زیرِ نگراں ہے بازپُرس ہوگی۔ امام جو لوگوں کا سربراہ ہوتا ہے نگراں ہے اور اس سے اس کے زیرِ نگراں لوگوں کے بارے میں بازپُرس ہوگی۔ آدمی اپنے گھر والوں پر نگراں ہے اور اسے ان کے بارے میں جوابدہی کرنا ہوگی۔ عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی نگراں ہے اس سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ غلام اپنے آقا کے مال کا نگراں ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ تو دیکھو! تم میں سے ہر شخص نگراں ہے اور ہر ایک سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں بازپُرس ہوگی۔

تشریح

یہ حدیث جو نبی ﷺ کے مہتم بالشان ارشادات میں سے ہے، انسان کو متنبہ کرتی ہے کہ وہ خواہ کسی بھی حیثیت میں ہو، حاکم ہو یا خادم، لیڈر ہو یا نوکر، مرد ہو یا عورت اور شوہر ہو یا بیوی اپنی ذمہ داری کے بارے میں جو اس کے زیرِ نگراں اور ماتحت افراد اور امانتوں کے سلسلہ میں اس پر عائد ہوتی ہے، خدا کے حضور جوابدہی کرنی ہوگی۔ جواب دہی اس بات کی کہ اُن کی محافظت، تربیت، رہنمائی یا امانتداری یا حفاظت کی جو ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے اسے اس نے کہاں تک پورا کیا۔ یہ جواب دہی قیامت کے دن اسے اللہ تعالیٰ کی عدالت میں کرنی

ہوگی۔ اور حقیقتاً جوابدہی کا یہ تصور انسان کے اندر احساسِ ذمہ داری پیدا کرنے کیلئے کافی ہے۔

اقتدار نااہلوں کے سُپرد کرنا

حدیث

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا ضُیِّعَتِ الْاَمَانَۃُ فَانْتَظِرِ السَّاعَۃَ قَالَ کَیْفَ اِضَا عَتُھَا قَالَ اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَھْلِہٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَۃَ. (بخاری، کتاب العلم)

ترجمہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب امانت ضائع کر دی جائے تو قیامت کا انتظار کرو، سائل نے پوچھا، امانت کس طرح ضائع کر دی جائے گی؟ فرمایا جب معاملاتِ حکومت نااہلوں کے سپرد کر دیئے جائیں تو پھر قیامت کا انتظار کرو۔

تشریح

اس حدیث میں زبردست انتباہ ہے، ان لوگوں کیلئے جو اقتدار کو نااہلوں کے سپرد کرتے ہیں، اس بات کو بہت معمولی خیال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ عام بگاڑ اور فساد فی الارض کا بہت بڑا سبب ہے۔

نااہلوں کے ہاتھ میں جب حکومت کی باگ ڈور آجاتی ہے تو وہ فاسد افکار کو پھیلانے، بُری اور بے حیائی کی باتوں کو عام کرنے، حرام کا مال کھانے، کھلانے، کرسی کے حریص بننے اور قوم کو اس کا حریص بنانے ظلم و زیادتی کرنے اور لوگوں میں اخلاقی و عملی بگاڑ پیدا کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ بلکہ ان کی قیادت میں ہر قسم کی بُرائیاں پروان چڑھتی ہیں اور منکرات کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ اس کے بعد عوام کی اصلاح ایک بہت بڑا مشکل مسئلہ بن جاتا ہے۔

نااہلوں سے مراد غیر ذمہ دار لوگ ہیں یعنی وہ لوگ جو اقتدار کو خدا کی سپرد کردہ امانت نہیں سمجھتے اور اس سے

بے خوف ہو کر اس امانت کا غلط اور ناجائز استعمال کرتے ہیں۔ حدیث میں اقتدار کو امانت سے تعبیر کیا گیا ہے، کیونکہ یہ ایک بھاری ذمہ داری ہے جو اس کے سپرد ہوئی ہے۔ اور جس کے بارے میں اسے خدا کے حضور جواب دہی کرنی ہوگی۔ یہ طرزِ تعبیر قرآن میں بھی موجود ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوْا الْاَمَانَاتِ اِلٰىٓ اَهْلِهَا. (سورۂ نساء۔۵۸)

”اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو اہل امانت کے سپرد کرو۔“

قیامت اس وقت آئے گی جب کہ انسانی سماج گراوٹ کے لحاظ سے اپنی انتہا کو پہنچ گیا ہوگا۔ اور انسانیت کو پستی کے اس گڑھے میں ڈھکیلنے کا کام وہی لوگ انجام دیں گے جو نااہل اور غیر ذمہ دار ہونے کے باوجود عوام کی تائید سے کرسیٔ اقتدار پر براجمان ہوں گے۔

بدترین حکمراں

حدیث

عَنْ عَائِذِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اِنَّ شَرَّ الرُّعَاءِ الْحُطَمَةُ. (مسلم کتاب الامارۃ)

ترجمہ

عائذ بن عمرو فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ۔۔۔۔ بدترین حکمراں وہ ہیں جو عوام کو کچل دیتے ہیں۔“

تشریح

حکومت اور اقتدار درحقیقت اللہ کی طرف سے امانت ہے جسے عوام کی خیر خواہی، عدل وقسط کے قیام اور ان کی فلاح و بہبود کیلئے استعمال کرنا چاہئے۔ لیکن جو حکمراں، اقتدار کو عوام کے حقوق کو دبانے اور ان کو کچلنے کا ذریعہ بناتے ہیں وہ بدترین مثال قائم کرتے ہیں اور اس بنا پر وہ لائقِ مذمت ہیں۔

مظلوم کی آہ سے بچنا

حدیث

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ مُعَاذًا اِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ : اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ. (بخاری ،کتاب المظالم)

ترجمہ

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ کو یمن (کا حاکم بنا کر) بھیجا تو انہیں ہدایت کی: مظلوم کی آہ سے بچو کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوتی۔

تشریح

حکومت کا اصل کام لوگوں کے حقوق کی حفاظت کرنا اور ان کے درمیان عدل قائم کرنا ہے۔ مگر اقتدار کا نشہ ایسا ہوتا ہے اکثر حکمراں ظلم وزیادتی پر اتر آتے ہیں۔ اسی لئے نبی ﷺ نے جب حضرت معاذ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو انہیں ہدایت کی کہ اس بات کا خیال رکھنا کہ کسی کی حق تلفی یا کسی کے ساتھ کوئی زیادتی نہ ہونے پائے۔ اس موقع پر آپ نے جو کلمات ارشاد فرمائے وہ نہایت بلیغ اور مؤثر ہیں۔ اور ان کا مطلب یہ ہے کہ مظلوم کی آہ و فریاد آسمان کو چیرتی ہوئی عرشِ الٰہی تک پہنچتی ہے۔ اس لئے اللہ سے ڈرنا چاہئے اور ظلم سے ہاتھ روکنا چاہئے۔

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اسلام کیسے حکمراں پیدا کرنا چاہتا ہے۔

غیر مسلم معاہد کو قتل کرنا سنگین جرم

حدیث

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ قَتَلَ نَفْساً مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَاِنَّ رِيْحَهَا يُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ اَرْبَعِيْنَ عَامًا. (بخاری کتاب الدیات)

ترجمه

عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی ایسے غیر مسلم کو قتل کیا جس سے معاہدہ ہو چکا ہو، وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گا، حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے محسوس ہوگی۔

تشریح

معاہد سے مراد وہ غیر مسلم ہیں جو اسلامی ریاست کے شہری ہوں یا جن سے اسلامی حکومت کا معاہدۂ امن وصلح ہو۔ ایسے کسی غیر مسلم کو ناحق قتل کرنا کھلی بدعہدی ہے اور جو مسلمان یہ حرکت کرے گا وہ آخرت میں جنت سے محروم ہوگا۔ نبی ﷺ کا یہ ارشاد، اس بات کو سخت مذموم قرار دیتا ہے کہ اسلامی ریاست کے حدود میں غیر مسلموں کے خلاف فرقہ وارانہ ہنگامے برپا کئے جائیں اور ان کی جان، مال اور آبرو کو زک پہنچائی جائے۔ نبی ﷺ نے عہد کی پاسداری کی جو تاکید فرمائی ہے اس کا اندازہ لگانے کیلئے یہ ایک بات ہی کافی ہے۔

بدعہدی

حدیث

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرْ فَعُ لَهُ بِقَدْرِ غَدْرِهِ . اَلَاوَلَا غَادِرَ اَعْظَمُ غَدْرًا مِنْ اَمِيْرِ عَامَّةٍ . (مسلم کتاب الجهاد)

ترجمه

ابوسعید کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ہر عہد شکن کا ایک جھنڈا ہوگا جسے اس کی بدعہدی کے مطابق بلند کیا جائے گا۔ خبردار! عوام کے عہد شکن حاکم سے بڑھ کر کوئی عہد شکن نہیں ہے۔

تشریح

اس حدیث میں اس بدعہدی کو جو حکومت کے ذمہ دار عوام کے ساتھ کرتے ہیں، سب سے بڑی خیانت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ہر عہد شکنی کرنے والے کو یہ وعید سنائی گئی ہے کہ قیامت کے دن اس کی رسوائی کا جھنڈا گاڑ دیا جائے گا۔

موجودہ دور میں اصحابِ اقتدار کی خیانت اور بدعہدی بالکل عام ہے۔ یہ عوام سے ان کی خیر خواہی کا وعدہ

کرتے ہیں اور وفاداری کا حلف اٹھاتے ہیں، لیکن موقع پاتے ہی انہیں اپنے وعدوں کی خلاف ورزی کرنے اور عوام کے ساتھ غدّاری کرنے میں ذرا تامل نہیں ہوتا مگر ایک دن آئے گا جب کہ ان کی غدّاری کا بھانڈا پھوٹے گا اور ان کے دعوئے وفاداری کی حقیقت بالکل عیاں ہوگی وہ دن ایسے لوگوں کیلئے سخت رُسوائی کا ہوگا۔

رشوت خوری

حدیث

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلرَّاشِیَ وَالْمُرْتَشِیَ.(ترمذی ابواب الاحکام)

ترجمه

عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ”رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت فرمائی ہے“۔

تشریح

رشوت حق وانصاف کا گلا گھونٹ دیتی ہے۔ اور جس سماج میں رشوت عام ہو اس میں ظلم وزیادتی بھی عام ہو جاتی ہے، غریبوں اور بے اثر لوگوں کے حقوق مارے جاتے ہیں اور حکومت کے عہدہ داروں اور ملازمین کو حرام کی چاٹ لگ جاتی ہے۔ اِن کے کھلے اور ناقابلِ انکار مفاسد کے پیشِ نظر اسلام نے رشوت لینا اور دینا دونوں حرام اور موجب لعنت قرار دیا ہے۔

واضح رہے کہ موجودہ بگڑے ہوئے معاشرے میں اگر آدمی کسی کا حق تلف کرنے کیلئے نہیں بلکہ اپنا جائز حق وصول کرنے یا انصاف حاصل کرنے یا کسی مفسدے کو دور کرنے کی غرض سے کچھ دینے پر مجبور ہو جاتا ہے تو دینے کی یہ مجبوری رخصت کے باب سے ہے۔ کیونکہ اسلام نے واقعی مجبوریوں کا لحاظ کیا ہے، لیکن رشوت لینے کے جواز کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ کیونکہ رشوت لینا ہرگز مجبوری نہیں، اس لئے جو لوگ رشوت سے اپنی جیبیں بھر رہے ہیں وہ درحقیقت حرام مال جمع کر رہے ہیں اور اس پر وہ لعنت کے مستحق ہیں۔

(٥)
دنیا
کی
حیثیت

دنیا کی حقیقت آخرت کے مقابلہ میں

حدیث

عَنْ مُسْتَوْرِدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاللّٰهِ مَا الدُّنْيَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ اَحَدُكُمْ اِصْبَعَهُ هَذِهِ فِی الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَا تَرْجِعُ . (مسلم كتاب الجنة)

ترجمه

مستورد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم، دنیا آخرت کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے کوئی شخص سمندر میں انگلی ڈالے اور پھر نکال کر دیکھے کہ اسے کتنا پانی لگا ہے۔

تشریح

سمندر میں انگلی ڈالنے سے جتنا پانی انگلی کو لگتا ہے وہ پانی اس بھاری مقدار کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا جو سمندر کی وسعتوں میں موجود ہوتا ہے۔ یہی حال دنیا کی زندگی اور اس کی آسائشوں کا ہے کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی اتنی مختصر اور اس کی آسائشیں اتنی بے وقعت ہیں کہ دونوں میں سرے سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ اس لئے دانشمندی کا تقاضہ ہے کہ آدمی دنیا کی زندگی پر فریفتہ ہونے کے بجائے آخرت کو مقصود بنائے اور وہ کام کرے جو آخرت میں نفع بخش ہوں۔

حدیث

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ بِالسُّوقِ دَاخِلًا مِّنْ بَعْضِ الْعَالِيَةِ وَالنَّاسُ كَنَفَتَهُ فَمَرَّ بِجَدْیٍ اَسَكَّ مَيِّتٍ فَتَنَاوَلَهُ فَاَخَذَ بِاُذُنِهِ ثُمَّ قَالَ اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنَّ هَذَا لَهُ بِدِرْهَمٍ ؟ فَقَالُوْا مَا نُحِبُّ اَنَّهُ لَنَا بِشَیْءٍ وَمَا نَصْنَعُ بِهِ قَالَ تُحِبُّوْنَ اَنَّهُ لَكُمْ قَالُوْا وَاللّٰهِ لَوْ كَانَ حَيًّا كَانَ عَيْبًا فِيْهِ لِاَنَّهُ اَسَكَّ فَكَيْفَ وَهُوَ مَيِّتٌ فَقَالَ وَ اللّٰهِ لَلدُّنْيَا اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ هَذَا عَلَيْكُمْ. (مسلم كتاب الزهد)

ترجمہ

حضرت جابر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ شہر کے بالائی حصے سے تشریف لا رہے تھے۔ اس موقع پر آپ کا گزر بازار سے ہوا۔ کچھ لوگ آپ کے ساتھ تھے آپ بکری کے ایک مُردہ بچے کے پاس سے گزرے جس کے کان چھوٹے تھے۔ آپ نے کان پکڑ کر اٹھایا اور اپنے ساتھیوں سے پوچھا تم میں سے کونسا شخص اسے ایک درہم میں لینا پسند کرے گا۔ انہوں نے جواب دیا ہم کسی قیمت پر بھی لینا پسند نہیں کریں گے۔ اسے لے کر ہم کیا کریں گے؟ فرمایا کیا تم اسے بلا قیمت لینا پسند کرو گے؟ انہوں نے عرض کی قسم بخدا اگر یہ زندہ ہوتا تو بھی کان چھوٹے ہونے کی وجہ سے معیوب تھا اور اب تو یہ مُردہ ہے۔ فرمایا اللہ کی قسم، دنیا اللہ کی نگاہ میں اس سے بھی زیادہ بے وقعت ہے جتنا یہ مُردہ بچہ تمہاری نگاہ میں ہے۔

تشریح

اس حدیث میں بکری کے معیوب مُردہ بچہ کی مثال پیش کر کے دنیا کی بے وقعتی کو واضح کیا گیا ہے۔ دنیا کا بے وقعت اور بے وزن ہونا اس کے مفاد کے تعلق سے ہے جو آخرت کے مقابلے میں ہو۔ مدعا یہ ہے کہ جو لوگ آخرت کو نظر انداز کر کے دنیا کو مقصود بنا لیتے ہیں اور اس کے مفاد پر ریجھتے ہیں، وہ قیمتی چیز کے مقابلہ میں ایک بے وقعت چیز کو حاصل کرتے ہیں۔ اور عظیم فوائد کو چھوڑ کر حقیر فوائد کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔

دنیا ہنسنے کی جگہ نہیں

حدیث

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْ لُ اللّٰهِ ﷺ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلاً وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا. (بخاری کتاب الرقاق)

ترجمہ

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو کچھ میں جانتا ہوں وہ اگر تم جانتے تو ہنستے کم اور روتے زیادہ۔

تشریح

آدمی اپنی زندگی کے بارے میں جتنا سنجیدہ ہوگا اتنا ہی اس کے اندر احساسِ ذمہ داری اُبھرے گا۔ اور خدا کے حضور جوابدہی کا خیال اسے بات چیت وغیرہ میں محتاط رویہ اختیار کرنے پر آمادہ کرے گا۔ انسان کے ہر ہر قول اور ہر ہر فعل کا جو نتیجہ قیامت کے دن اس کے سامنے آنے والا ہے، اس کا جتنا احساس آدمی کے اندر ہوگا اتنا ہی وہ اپنے رویہ میں سنجیدہ اور محتاط ہوگا۔ لیکن یہ احساس علم سے پیدا ہوتا ہے، وہ علم جو آخرت میں رونما ہونے والے نتائج سے اُسے آگاہ کرتا ہے۔ یہ علم جتنا زیادہ اسے حاصل ہوگا اتنا ہی زیادہ اپنی آخرت کی فکر اسے دامن گیر ہوگی۔ اور یہ فکر اسے ہنسنے کی بہ نسبت رونے پر زیادہ آمادہ کرے گی۔ واقعہ یہ ہے کہ دنیا ہنسنے کی جگہ نہیں بلکہ رونے کا مقام ہے۔ اس لئے اپنا قیمتی وقت ہنسی دل لگی میں گزارنے کے بجائے خدا خوفی کے کاموں میں گزارنا چاہئے۔

منزل کی طرف

حدیث

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمَنْكِبِیْ فَقَالَ كُنْ فِی الدُّنْیَا كَاَنَّكَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ۔ (بخاری کتاب الرقاق)

ترجمہ

حضرت عبداللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا کندھا پکڑ کر فرمایا: دنیا میں اس طرح رہو کہ گویا تم غریب الوطن ہو یا راہ گیر ہو۔

تشریح

جو شخص اپنے وطن سے دور کسی نئے مقام پر عارضی طور سے قیام کرے گا وہ اس ماحول میں اجنبیت محسوس کرے گا، اس کا دل کسی نئے ماحول میں نہیں لگے گا، بلکہ وطن کا خیال اسے بے چین کر دیگا۔ اور چونکہ اس نئے مقام پر عارضی طور سے رہنا ہے اس لئے وہ وہاں رہتے ہوئے زیادہ سروسامان کی فکر نہیں کرے گا۔ بلکہ وہ صرف ان چیزوں پر اکتفا کرے گا جو ناگزیر ہیں۔ ٹھیک اسی طرح جو شخص آخرت کو اپنی اصل منزل اور دنیا کو عارضی قیام گاہ سمجھتا ہو اس کا دل کبھی دنیا میں نہیں لگے گا۔ اور اسے دنیا کی رعنائیاں ہرگز مسحور نہیں کریں گی۔ ایسا شخص دنیا میں عیش وعشرت کی زندگی گذارنے کے بجائے قناعت پسندی کی راہ اختیار کریگا اور اس کی تگ ودو بقدرِ ضرورتِ مال واسباب کے حصول کیلئے ہوگی۔

غریب الوطن سے بھی زیادہ بلیغ مثال راہ گیر کی ہے، جو حالتِ سفر میں ہونے کی وجہ سے صرف اتنا ہی سامان اپنے ساتھ لیتا ہے جس کی سفر میں لازماً ضرورت ہوتی ہے۔ اور اس کو ہر لحہ فکر لگی رہتی ہے کہ وہ کب اپنی منزل پر پہنچتا ہے۔ اسی طرح جس کی منزل آخرت ہو وہ دنیا میں گزر بسر کا وہ طریقہ کبھی اختیار نہیں کرے گا جو دنیا پرست اختیار کرتے ہیں۔ اور نہ دنیا کے عشرت کدوں کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھے گا بلکہ اتنے ہی سامان پر اکتفا کرے گا جتنا اس دنیا میں گزر بسر کیلئے ضروری ہے۔ ایک مسافر کے ساتھ سامان کا بوجھ جتنا کم ہوگا اتنی ہی اسے سفر میں آسانی ہوگی، اسی طرح دنیا وآخرت کے درمیان میں جو پل ہے اس سے گزرا سی شخص کیلئے آسان ہوگا جس کے ساتھ دنیاوی ساز وسامان کی مقدار کم ہوگی۔

دُنیا عشرت کدہ نہیں

حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَ جَنَّةُ الْكَافِرِ.

(مسلم کتاب الزُّھد)

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا مؤمن کیلئے قید خانہ ہے اور کافر کیلئے جنت۔

تشریح

خدا پر ایمان رکھنے والے شخص کو ایک پابند آئین زندگی گزارنی پڑتی ہے۔ اسے اپنی خواہشات پر کنٹرول کرنا پڑتا ہے اور وہ شریعتِ خداوندی کے حدود میں رہ کر سارے کام انجام دیتا ہے اور راہِ حق کی مشکلات کو برداشت کرتا ہے اور خدا کی اطاعت میں جکڑا ہوا ہوتا ہے اور دنیا کو اس نظر سے دیکھتا ہے کہ یہ عیش اور تفریح کی جگہ نہیں بلکہ امتحان گاہ ہے۔ اس امتحان گاہ میں اگر اس نے ایک ذمہ دارانہ اور اطاعت شعارانہ زندگی گذاری تو اسے ابدی کامیابی نصیب ہوگی اور وہ آخرت میں لازوال نعمتوں میں ہوگا، ایسی نعمتیں کہ دنیا کی نعمتیں جس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ یہی وہ پابندِ آئین زندگی ہے جس کی بنا پر دنیا کو قید خانہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بخلاف اس کے ایک کافر اس دنیا کو تفریح گاہ سمجھتا ہے اور اس کے مادی فوائد اور لذائذ کو حاصل کرنے میں خدا کے قائم کردہ حدود کا لحاظ نہیں کرتا اور اپنی خواہشات کے پیچھے چل پڑتا ہے۔ اس لئے اس کو ان مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا جن مشکلات کا کہ ایک مؤمن کو سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور اسے یہ قربانیاں دینی نہیں پڑتیں جو ایک مؤمن کو دینی پڑتی ہیں۔ اور بسا اوقات دنیا کی نعمتوں کی فراوانی دنیا پرستوں کے حصہ میں آتی ہے تا کہ وہ خوب

مزے اُڑالیں اور آخرت میں جہنم کا ایندھن بن جائیں ۔اس لحاظ سے ایک کافر کو دنیا میں بے لگام زندگی گذارنے کا موقع ملتا ہے۔اور جس طرح دنیا اس کیلئے تفریح اور عیش وعشرت کا سامان بن جاتی ہے اسے جنت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اسلام دنیوی ترقی کا مخالف ہے، بلکہ وہ ایسی ترقی کا قائل ہے جس کے ساتھ انسان کا فکری' اخلاقی اور عملی ارتقا ہو، تا کہ انسان اپنی منزلِ مقصود کو پہنچ جائے ۔وہ ایسی ترقی کا ہرگز قائل نہیں جو بظاہر مادی ترقی ہو لیکن جو فکری' اخلاقی اور عملی انحطاط کا باعث ہو اور جس کے نتیجہ میں انسان ابدی ہلاکت کے گڑھے میں جا گرے۔

کسی بھی اعلیٰ مقصد کے حصول کیلئے آدمی کو قربانیاں دینی ہی پڑتی ہیں لہٰذا جن کو آخرت عزیز ہے انہیں اسلامی اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے اپنے عیش وآرام اور کتنے ہی دنیوی مفادات کی قربانی دینا ہوگی۔

(۶)
شرک
و
بدعت

سب سے بڑا گناہ

حدیث

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَىُّ الذَّنْبِ اَعْظَمُ . قَالَ اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ، ثُمَّ قَالَ اَىٌّ قَالَ اَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ اَنْ يَّاكُلَ مَعَكَ قَالَ ثُمَّ اَىٌّ قَالَ اَنْ تُزَانِىَ حَلِيْلَةَ جَارِكَ. (بخاری کتاب الادب)

ترجمہ

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا: تمہارا اللہ کا ہمسر ٹھہرانا جب کہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ میں نے پوچھا اس کے بعد کون سا؟ فرمایا تمہارا اپنی اولاد کو قتل کرنا اس اندیشہ سے کہ وہ تمہارے کھانے میں شریک ہوگی۔ میں نے پوچھا اس کے بعد کون سا؟ فرمایا اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرنا۔

تشریح

اس حدیث میں جن تین بڑے گناہوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سرفہرست اللہ کا ہمسر ٹھہرانا ہے۔ اللہ کا ہمسر ٹھہرانے کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ بھی خدائی صفات رکھتا ہے یا وہ بھی خدا کی طرح مستحق عبادت ہے۔ یہی چیز شرک ہے اور شرک کو قرآن میں ظلم عظیم کہا گیا ہے۔ یہاں اس کی دلیل بھی دی گئی ہے کہ جب تمہارا خالق اللہ ہی ہے تو پھر جو خالق نہیں ہے، بلکہ مخلوق ہے اس میں خدائی صفات کہاں سے آ گئیں؟ اور تمہارا کسی کو خدا بنا لینا اپنے خالق کی ناشکری اور اس کے ساتھ بے وفائی نہیں تو اور کیا ہے؟ اور جو شخص اپنے خالق ہی کا ناشکرا اور بے وفا ہو، اس سے بڑھ کر مجرم اور گنہگار اور کون ہو سکتا ہے؟ لوگ سمجھتے ہیں کہ ایک خدا کو مانو یا دس خدا کو یا سرے سے خدا کا انکار ہی کر دو، سب یکساں ہے۔ اس سے آدمی

کے نیک وبد ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ حالانکہ یہ خلافِ حقیقت بات ہے اور یہ حدیث صراحت کرتی ہے کہ شرک سب سے بڑا گناہ اور سب سے بڑا جرم ہے۔ اس لئے سب سے پہلے اس سے بچنا چاہیئے۔

شرک کے بعد جس چیز کو سب سے بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے وہ قتلِ اولاد ہے۔ زمانہ جاہلیت میں اس کی صورت یہ تھی کہ غریبی کے اندیشہ سے اپنی اولاد کو "خاص طور سے لڑکیوں" کو زندہ درگور کرتے تھے۔ یہ فعل بڑا سنگدلانہ ہے خواہ آدمی غریبی کے اندیشہ سے کرے، خواہ کسی اور وجہ سے۔ اور قتل ناحق خواہ اولاد کا ہو یا کسی اور کا بہر حال گناہِ کبیرہ ہے۔ اسی طرح زنا کبیرہ گناہ ہے لیکن اگر اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ کیا جائے تو اس کی شدت میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ایک پڑوسی سے تو یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ دوسرے پڑوسی کی حفاظت کرے گا۔ لیکن جب اس نے اپنے پڑوسی کی حفاظت کرنے کے بجائے اس کی بیوی کی عزت لوٹ لی تو اس سے بڑھ کر حقوق کو پامال کرنے والا اور کون ہوگا؟

حدیث

عَنْ اَبِىْ بَكْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ ﷺ : اَكْبَرُ الْكَبَائِرِ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَ حُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ.

(بخاری کتاب استتابة المرتدین)

ترجمہ

حضرت ابوبکر فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑے گناہ یہ ہیں: اللہ کا شریک ٹھہرانا، والدین کے ساتھ بُرا سلوک کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔

شرک مُوجبِ ہلاکت

حدیث

عَنْ جَابِرٍ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ سَمِعَتُ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: مَنْ لَقِیَ اللّٰہَ لَا یُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا دَخَلَ الْجَنَّۃَ وَمَنْ لَقِیَہٗ یُشْرِکُ بِہٖ دَخَلَ النَّارَ۔ (مسلم کتاب الایمان)

ترجمہ

حضرت جابر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس نے کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہرایا ہوگا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور جو شخص اس سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس نے کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا ہوگا وہ آگ میں داخل ہوگا۔

تشریح

شرک یہ ہے کہ اللہ کی ذات اور اس کی صفات میں کسی کو شریک ٹھہرایا جائے خواہ وہ سورج ہو یا تارے، ناگ ہو یا آگ، بت ہو یا انسان، فرشتے ہوں یا جن، ولی ہوں یا پیغمبر، مادی چیزیں ہوں یا روحانی اور مزعومہ دیوی ہو یا دیوتا۔

اللہ کی ذات میں شرک کی ایک مثال تو وہ ہے جو نصرانیت میں پائی جاتی ہے۔ وہ ایک کی جگہ تین خداؤں کے قائل ہو گئے۔ باپ، بیٹا اور روح القدس۔ اور دوسری مثال ہندوستان کے ایک بہت بڑے مذہبی گروہ کے عقیدے کی ہے جو خالق اور مخلوق میں فرق نہیں کرتا، بلکہ ایک ہی وجود کا قائل ہے۔ یعنی اس کے نزدیک سب کچھ خدا ہے اور انسان بھی خدا کا جزء ہے، اس نظریہ کو ہمہ اوست یا وحدۃ الوجود کہتے ہیں۔

اللہ کی صفات میں شرک کی مثال یہ عقیدہ ہے کہ خدائی انتظامات میں اور اس کے اقتدار

(Sovereignty) میں دوسرے بھی دخیل اور شریک ہیں، مثلاً کوئی بارش کا دیوتا ہے اور کوئی ہوا کا یا کوئی بیماری کی دیوی ہے اور کوئی دولت کی۔ اسی طرح اولیاء اور بزرگوں کے بارے میں یہ تصور کہ وہ غوث اور مشکل کُشا ہیں اور انسان کی حاجت روائی کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ اللہ کی اس صفت میں کہ وہی رب اور حاجت روا ہے، دوسروں کو شریک ٹھہرانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ایک مہتم بالشان صفت یہ ہے کہ وہی پرستش کے لائق ہے اور اسی کا یہ حق ہے کہ بندے اسی کی عبادت کریں۔ اس میں شرک یہ ہے کہ آدمی غیر اللہ کو بھی عبادت کے لائق سمجھنے لگے، یا کسی دیوی دیوتا، بت اور سورج وغیرہ کی پوجا کرنے لگے یا اولیاء وانبیاء کی پرستش شروع کر دے۔ یہ سب شرک کی صورتیں ہیں ان کے علاوہ یہ بھی کھلا شرک ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو مطلق طور پر اطاعت کا مستحق سمجھا جائے، یا کسی کیلئے شرعی قوانین میں ترمیم کا حق تسلیم کیا جائے، یا جمہور کے اس دعوے کو صحیح قرار دیا جائے کہ اللہ کے احکام وقوانین سے قطع نظر انہیں ہر طرح کی قانون سازی کا اختیار ہے۔

”شرک چونکہ اس فطرت کے خلاف ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا ہے۔ اور یہ سراسر اس کے خلاف سرکشی اور بغاوت ہے۔ اس لئے اس کو سب سے بڑا جرم اور نا قابل معافی گناہ قرار دیا گیا ہے۔

یہاں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیئے کہ شرک کے حکم میں کفر والحاد بھی شامل ہے۔ کیوں کہ اس کے معنی اللہ سے سرکشی اور بغاوت ہی کے ہیں۔ اور اللہ کا انکار کر کے آدمی اپنے کو نیز دوسرے انسانوں کو خدائی کے مقام پر بٹھاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح وہ لازماً شرک کا مرتکب ہوتا ہے۔ فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ شرک مذہبی روپ میں آتا ہے اور الحاد لادینیت کے روپ میں۔“ (تفسیر دعوۃ القرآن ج ۱ ص ۲۳۳)

شرک جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوا ہے (سورۂ نساء آیت: ۴۸) ایک نا قابلِ معافی گناہ ہے۔ اس لئے شرک کا ہر مرتکب، اگر اس نے آخر دم تک شرک سے توبہ نہ کی ہو، قیامت کے دن لازماً جہنم میں داخل ہوگا۔ البتہ جس نے شرک سے اجتناب کیا ہوگا وہ بنیادی طور پر جنت کا مستحق قرار پائے گا۔ اگر اس نے دوسرے گناہ کئے ہوں گے اور اگر وہ معاف نہیں کئے گئے، تو ان کی سزا بھگتنے کے بعد اس کو جنت میں داخلہ ملے گا۔ الغرض اگر وہ مؤحّد ہے تو اس کا آخری ٹھکانہ جنت ہی قرار پائے گا۔

قبر پرستی

حدیث

عَنْ جَابِرٍ قَالَ : نَھَی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَنْ یُجَصَّصَ الْقَبْرُ وَاَنْ یُقْعَدَ عَلَیْہِ وَاَنْ یُّبْنیٰ عَلَیْہِ . (مسلم ، کتاب الجنائز)

ترجمہ

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر کو چونے سے پختہ کرنے، اس پر بیٹھنے اور اس پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے۔

تشریح

یہ حدیث قبر پرستی کی جڑ کاٹ دیتی ہے، کیونکہ قبر پرستی وہیں پیدا ہوتی ہے جہاں قبر کو پختہ کر کے آراستہ کیا جاتا ہے۔ اور اس پر عمارت تعمیر کر کے اسے درگاہ بنا دیا جاتا ہے لیکن اسلام بزرگوں کی قبروں کو درگاہ بنانے کی اجازت نہیں دیتا۔ مسلمانوں نے اپنے بزرگوں اور اولیاء کے جو شاندار مقبرے تعمیر کئے ہیں وہ اسلام کی ہدایت کے سراسر خلاف ہیں۔ اسلام قبر کو خواہ وہ کسی بزرگ ولی ہی کی کیوں نہ ہو نہایت سادہ شکل میں دیکھنا چاہتا ہے، تاکہ لوگ توحید پر قائم رہیں اور قبر پرستی میں مبتلا نہ ہوں۔ لیکن مسلمانوں کے تعمیر کردہ شاندار مقبروں اور پُر رونق درگاہوں نے اپنے اندر وہ جاذبیت پیدا کر لی ہے کہ مقبرے، روضے اور درگاہیں مرجع خلائق بن گئے ہیں۔ ان کی تعظیم عبادت کی حد تک پہنچ گئی ہے اور ان کے تقدس نے ان کو خدائی مقام عطا کیا ہے، چنانچہ ان قبروں کو سجدے بھی کئے جاتے ہیں اور وہاں منتیں بھی مانی جاتی ہیں، ان پر چڑھاوے بھی چڑھائے جاتے ہیں اور ان سے فیض بھی حاصل کیا جاتا ہے۔ ان مزاروں کو غلافوں اور پھول کی چادروں سے سجایا بھی جاتا ہے اور وہاں چراغاں بھی کیا جاتا ہے، مزید برآں ان مزاروں کی طرف لوگوں کو مائل کرنے کیلئے محفل سماع اور عرس کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ ان تمام مشرکانہ حرکتوں کے باوجود مسلمانوں کا قبر پرست حلقہ

اس خیالِ خام میں مبتلا ہے کہ اس سے ان کے عقیدۂ توحید پر کوئی حرف نہیں آتا۔ حالانکہ کتاب و سنت کی رو سے قبر کا یہ غلاف مذہب کا کفن ہے اور شاندار مقبروں کی تعمیر اسلام کی قبر کھودنے کے مترادف ہے۔

حدیث میں قبر پر بیٹھنے کی جو ممانعت فرمائی ہے اس کے مفہوم میں قبر کے پاس کسبِ فیض، مراقبہ مجاوری کیلئے بیٹھنا بھی شامل ہے۔ ’’اَنْ یُقْعَدَ عَلَیْہِ‘‘ (اس پر بیٹھنے) کے معنی عربی میں پاس یا کنارے بیٹھنے کے بھی ہوتے ہیں، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے ’’اِذْھُمْ عَلَیْھَا قُعُوْدٌ‘‘ جب کہ وہ آگ پر (یعنی آگ کے کنارے) بیٹھے تھے‘‘ (سورۂ بروج) لہٰذا قبر پر بیٹھنے کی اس صریح ممانعت کے باوجود قبر پر معتکف ہونے، اس کی مجاوری کرنے اور وہاں دربار آراستہ کرنے کیلئے جواز کا کوئی سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔

حدیث

عَنْ اَبِی الْھیاج الاَسَدِی قَالَ قَالَ لِیْ عَلِیٌّ: اَلَا اَبْعَثُکَ عَلیٰ مَا بَعَثَنِیْ عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتَہٗ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّیْتَہٗ .

(مسلم ، کتاب الجنائز)

ترجمہ

ابو ھیاج اسدی کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علی نے فرمایا: میں تمہیں اس کام کیلئے نہ بھیجوں جس کیلئے رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا تھا اور وہ یہ کہ کسی مجسمہ کو زائل کئے بغیر اور کسی اونچی قبر کو برابر کئے بغیر نہ چھوڑنا۔

تشریح

اسلام مجسموں والی تہذیب کا قائل نہیں ہے کیونکہ مجسمے بت پرستی اور شخصیت پرستی کا سبب ہیں۔ اور آج کی متمدن دنیا میں بھی یہ فن شرک ہی کی خدمت کر رہا ہے۔ رہی اونچی قبریں تو چونکہ یہ بھی قبر پرستی کو ہوا دینے والی چیز ہے اس لئے اسلام نے اس کی بھی ممانعت کی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ مسلمانوں میں اپنے بزرگوں کی قبروں کو اونچا بنانے کا شوق پیدا ہو گیا!

حدیث

عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارىٰ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسْجِداً .

(بخاری کتاب الجنائز)

ترجمہ

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مرض الموت میں فرمایا: اللہ یہود ونصاریٰ پر لعنت کرے، انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

تشریح

انبیاء علیہم السلام کی بعثت اس لئے ہوئی کہ وہ لوگوں کو توحید کی تعلیم دیں۔ چنانچہ تمام انبیاء علیہم السلام کی متفقہ دعوت یہی رہی کہ خدائے واحد کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے۔ لیکن ان کے پیرو، ان کے دنیا سے گزر جانے کے بعد ان کی تعلیم میں باطل کی آمیزش کرتے رہے، یہاں تک کہ یہود ونصاریٰ نے ان کی قبروں کی پرستش شروع کی۔ یہ ان کی تعلیم سے کھلا انحراف تھا۔

نبی ﷺ نے اپنے مرض الموت میں یہود ونصاریٰ کی اس گمراہی سے مسلمانوں کو خبردار کیا تاکہ وہ اپنے نبی کی قبر کے ساتھ یہ حرکت نہ کریں۔ اور اسے سجدہ گاہ بنالینے سے احتراز کریں کہ یہ حرکت عقیدۂ توحید کے خلاف اور موجب لعنت ہے۔

حدیث

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا وَصَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ حَيْثُ كُنْتُمْ . (ابو داؤد کتاب المناسک)

ترجمہ

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری قبر کو (عید) مرجع نہ بناؤ، البتہ مجھ پر درود بھیجو کہ جہاں کہیں بھی تم ہو تمہارا درود مجھے پہنچ جائے گا۔

تشریح

اس حدیث میں نبی ﷺ نے امت کو یہ ہدایت فرمائی ہے کہ وہ آپ کی قبر کو مرجع نہ بنائے۔ متن میں لفظ عید استعمال ہوا ہے جس کے معنی مرجع کے بھی ہیں اور اجتماع گاہ اور جشن گاہ کے بھی۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کی قبر پر جمع ہونے اور عرس اور میلے ٹھیلے لگانے سے احتراز کیا جائے۔ درود بھیجنے کیلئے بھی بار بار قبر پر حاضری دینا ضروری نہیں، بلکہ ایک مسلمان جہاں کہیں بھی ہو آپ پر درود بھیج سکتا ہے اور اس کا بھیجا ہوا درود آپ تک پہنچے گا۔ اگر کوئی شخص مدینہ پہنچ گیا ہو تو وہ قبرِ نبوی کی زیارت کا شرف حاصل کرسکتا ہے لیکن اس مقصد کیلئے تکلف اور اہتمام کرکے جانے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ اگر قبر کو مقصود اور مرجع بنایا گیا تو اس سے قبر پرستی کا فتنہ پیدا ہوگا۔ اس لئے قبرِ نبوی کی زیارت کے معاملہ میں بھی غلو سے بچنے اور حد اعتدال پر رہنے کی ضرورت ہے۔ اور جب قبر نبوی کو مرجع اور جشن گاہ نہیں بنایا جاسکتا تو بزرگانِ دین کی قبروں کو مرجع بنانے اور ان کا عرس منانے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے؟ واقعہ یہ ہے کہ جو مسلمان زیارتِ قبور کی حدود سے آگے بڑھ کر مزاروں اور درگاہوں کو اپنا مرجع بناتے ہیں وہ نبی ﷺ کی ہدایت کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ ان کے اس قبر پرستانہ طرزِ عمل کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۷)
توحید

اسلام کی بنیاد

حدیث

عَنِ ا بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ. شَھَادَۃِ اَنْ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَ اِیْتَاءِ الزَّکَاۃِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ . (بخاری کتاب الایمان)

ترجمہ

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکٰوۃ دینا، حج کرنا، اور رمضان کے روزے رکھنا۔

تشریح

اسلام ایک مکمل نظامِ بندگی بھی ہے اور مکمل نظامِ زندگی بھی۔ اس دین میں جس چیز کو اولیت اور اہم ترین مقام حاصل ہے وہ اس کی مخصوص اصطلاح میں ''عبادات'' ہیں۔ یہاں ان عبادات ہی کا ذکر بنیاد کی حیثیت سے کیا گیا ہے۔ یہ عبادات انسان کا خدا سے صحیح تعلق پیدا کرتی ہیں، اس کے اندر توحید کا تصور پختہ کرتی ہیں، دل میں خشیت وانابت کی کیفیت پیدا کرتی ہیں، بندگی وسرافگندگی کا شعور بیدار کرتی ہیں، اپنے رب سے محبت کرنا اور اسی سے امیدیں وابستہ کرنا سکھاتی ہیں، اس کی سزا کا خوف دلاتی اور اس کے انعامات کا امیدوار بناتی ہیں، اس کے اندر اپنے رب کی گرویدگی پیدا کرتی ہیں، جذباتِ ایمانی کی پرورش کرتی ہیں، اطاعت وفرمانبرداری کی رُوح اس کے اندر پھونکتی ہیں اور اللہ ہی کی خاطر جینے اور مرنے اور اس کے کلمہ کو بلند کرنے کیلئے قربانیاں دینے کیلئے انسان کو آمادہ کرتی ہیں۔ اس لئے ان عبادات کا عکس۔۔۔۔۔۔۔۔۔(بشرطیکہ وہ شعوری طور پر ادا کی جائیں)۔۔۔۔انسان کی پوری زندگی پر پڑتا ہے۔ اور وہ زندگی گزارنے کا وہی طریقہ

اختیار کرتا ہے جو خدا کا مقرر کردہ ہے، یعنی شریعت الٰہی کی پابندی اور اس کے احکام وقوانین کی تعمیل۔ گویا جب تک ان عبادات کا نقش دل پر گہرا نہ ہو معاملات اور اجتماعیت کے سلسلہ میں اسلام کے احکام کی ٹھیک ٹھیک پیروی انسان کیلئے مشکل ہے۔ اس حقیقت کے پیشِ نظر ان عبادات کی دوسرے تمام شرعی احکام پر فوقیت بالکل واضح ہے۔ اور اسی بنا پر ان کو ارکان (Pillars) کا درجہ دیا گیا ہے جن پر اسلام کی پوری عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ یہاں یہ بات بھی سمجھ لینا چاہئے کہ جہاد کو یہ مقام باوجود اس کی اہمیت اور فضیلت کے اس لئے نہیں دیا گیا ہے کہ جہاد کوئی مستقل فرض نہیں ہے، بلکہ وہ حالات کی مناسبت سے فرض ہوتا ہے۔ اور اس کی فرضیت بھی عموماً اجتماعی نوعیت کی ہوتی ہے۔ جب کہ یہ عبادات ہر طرح کے حالات میں مستقل فرائض کا درجہ رکھتی ہیں اور ان کا مطالبہ شریعت نے ہر ہر فرد سے کیا ہے، الا یہ کہ کوئی شخص ان میں سے کسی فریضہ کو ادا کرنے کی سرے سے استطاعت ہی نہ رکھتا ہو۔ ایسی صورت میں شریعت نے ایک خاص حد تک رعایت دی ہے۔ حافظ ابن حجر اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لَمْ یذکر الجهاد لانه كفاية ولا يتعين اِلّا فى بَعض الاحوال

''جہاد کا ذکر اس لئے نہیں کیا گیا کہ وہ فرض کفایہ ہے اور بعض حالات ہی میں عائد ہوتا ہے۔''

(فتح الباری ج ۱ ص ۴۳)

بادشاہِ حقیقی

حدیث

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَطْوِى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ السَّمٰوٰتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَاخُذُهُنَّ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا الْمَلِكُ اَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ؟ اَيْنَ اَلْمُتَكَبِّرُوْنَ؟ ثُمَّ يَطْوِىْ الْاَرَضِيْنَ بِشِمَالِهِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا الْمَلِكُ اَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ اَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ. (مسلم باب صفة القيامة)

ترجمہ

عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل قیامت کے دن آسمانوں کو لپیٹ دیگا اور ان کو اپنے داہنے ہاتھ میں لیکر فرمائے گا: میں ہوں بادشاہ۔ کہاں ہیں جبار حکمراں؟ اور کہاں ہیں وہ جو اپنی کبریائی کے مدعی تھے؟ پھر زمینوں کو اپنے بائیں ہاتھ میں لپیٹ کر اسی طرح فرمائے گا کہ میں ہوں بادشاہ۔ کہاں ہیں جبار حکمراں؟ اور کہاں ہیں کبریائی کے دعویدار؟

تشریح

آسمانوں اور زمین کا مقتدر اعلیٰ (Sovereign) اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ لیکن اس امتحانی زندگی میں اس کی طرف سے عارضی اختیارات پا کر انسان غرور اور گھمنڈ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اپنی حاکمیت کا مدعی بن کر ظلم وجور پر اُتر آتا ہے۔ لیکن قیامت کے دن جب کہ انسان کے پاس سے سارے اختیارات چھین لئے جا چکے ہوں گے، حاکمیت اور بادشاہت کا کوئی مدعی نہیں ہوگا۔ اس روز ہر انسان پر اچھی طرح یہ ظاہر ہو جائے گا کہ حکومت اور بادشاہت اللہ کے سوا کسی کی نہیں، ہر شخص اس حقیقت کے اعتراف پر مجبور ہوگا۔ کاش کہ انسان اس دنیا ہی میں اس حقیقت کو مان لیتا!

دینِ فطرت

حدیث

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَةِ. فَاَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهِ وَ یُنَصِّرَانِهِ وَ یُشَرِّکَانِهِ . (مسلم کتاب القدر)

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی بچہ ایسا نہیں جو فطرت پر پیدا نہ ہوتا ہو۔ پھر اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی یا مشرک بنا دیتے ہیں۔

تشریح

فطرت پر پیدا ہونے سے مراد توحید پر پیدا ہونا ہے۔ ہر انسان کی سرشت میں اس کے رب کے ہونے کی حیثیت سے ایک خدا کا تصور ہوتا ہے۔ اور دوسرے خداؤں کے تصور سے وہ بالکل نا آشنا ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر انسان کی فطرت بنیادی طور پر نیکی اور بھلائی کے کاموں کو پسند کرتی ہے اور برائی اور شر سے نفرت کرتی ہے۔ نیز اس کا ضمیر اور اس کا پورا وجدان اس کو اپنے رب کے حضور جوابدہ ٹھہراتا ہے۔ اسلام اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ فطرت کے ان اشارات کی توضیح اور ان کی مکمل تشریح و تفصیل ہے۔ اس لئے اس کو بجا طور پر دینِ فطرت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور یہیں سے یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ بچہ کو اس کے فطری دین سے پھیر کر کسی اور مذہب سے وابستہ کرنے والی چیز ایک خارجی عمل ہوتا ہے۔ یہ عمل والدین یا ماحول انجام دیتا ہے خواہ وہ یہودیت کی شکل میں ہو، بت پرستی کی شکل میں ہو یا الحاد و دہریت کی شکل میں۔

خدا کی اولاد ہونے کا تصور

حدیث

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ: یَشْتِمُنِیْ اِبْنُ آدَمَ ، وَمَا یَنْبَغِیْ لَهُ اَنْ یَشْتِمَنِیْ وَ یُکَذِّبُنِی ، وَمَا یَنْبَغِیْ لَهُ . اَمَّا شَتْمُهُ فَقَوْلُهُ اَنَّ لِی وَلَدًا وَاَمَّا تَکْذِیْبُهُ فَقَوْلُهُ لَیْسَ یُعِیْدُنِیْ کَمَا بَدَأَنِیْ . (البخاری کتاب بدء الخلق)

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ابن آدم مجھے بُرا بھلا کہتے ہیں، حالانکہ یہ بات اسے زیب نہیں دیتی۔ اور وہ مجھے جھٹلاتا ہے اور یہ جھٹلانا اسے زیب نہیں دیتا۔ اس کا بُرا بھلا کہنا یہ ہے کہ وہ میرے لئے اولاد تجویز کرتا ہے۔ اور اس کا جھٹلانا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے، جس طرح خدا نے مجھے پہلی مرتبہ پیدا کیا اسی طرح دوسری مرتبہ پیدا نہیں کرے گا۔

تشریح

یہ حدیثِ قدسی ہے جس میں نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل فرمایا ہے۔ اس لئے یہ حدیث غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔ اس میں ان دو عظیم گمراہیوں کی نامعقولیت واضح کی گئی ہے جن میں بہ کثرت لوگ مبتلا ہیں۔

ایک گمراہی یہ کہ خدا کیلئے اولاد تجویز کی جائے۔ کتنے مذاہب ایسے ہیں جن میں خدا کی اولاد ہونے کا عقیدہ پایا جاتا ہے۔ مثلاً نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں خدا کا بیٹا ہونے کے مدعی ہیں، یہود حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور مشرکینِ مکہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے، حالانکہ اس کے پیچھے نہ کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ نقلی۔ بلکہ اس کی نامعقولیت بالکل واضح ہے، کیونکہ اولاد کا مطلب خدا کو انسان کی سطح

پر لے آنا ہے، حالانکہ وہ نہایت بلند و بالا ہستی ہے۔ اس کے بیٹا یا بیٹی ہونے کا گھٹیا تصور وہی لوگ قائم کرتے ہیں جن کے سوچنے کی سطح بلند نہیں ہوتی، ورنہ یہ کمزوری کی بات خدا کی طرف کس طرح منسوب کی جاسکتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے لئے اولاد تجویز کرنا درحقیقت مجھے بُرا بھلا کہنا ہے۔

دوسری بڑی گمراہی دوبارہ پیدا کئے جانے کا انکار ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں اور اپنی کتابوں کے ذریعے انسان کو آگاہ کرتا رہا ہے کہ قیامت کا دن لازماً آنا ہے، جب تمام انسانوں کو دوبارا اٹھا کھڑا کیا جائے گا، تاکہ عدالتِ خداوندی میں ہر ایک کی پیشی ہو اور اپنے عمل کے مطابق وہ جزا یا سزا پائے۔ یہ دوسری زندگی انسان کو عطا کرنا عقل اور انصاف کا تقاضا بھی ہے اور ایسا کرنے پر اللہ یقیناً قادر ہے۔ لیکن انسان نہیں چاہتا کہ ایک ایسے تصور کو قبول کرے جس کے نتیجہ میں اسے دنیا میں ایک ذمہ دارانہ زندگی گزارنا پڑے۔ اس لئے وہ اس کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ کیا مٹی میں مل جانے کے بعد انسان کو دوبارہ زندہ کرنا ممکن ہے؟ گویا خدا کیلئے پہلی مرتبہ پیدا کرنا تو مشکل نہیں تھا البتہ دوسری مرتبہ پیدا کرنا مشکل ہے، ظاہر ہے یہ خدا کی قدرت کا نہایت محدود اور غلط تصور ہے، نیز یہ خدا کی نازل کردہ کتابوں اور اس کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کو جھٹلانا ہے۔ کیونکہ دوبارہ اٹھائے جانے کی خبر خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں اور اپنے نبیوں کے ذریعہ دی ہے اور کائنات میں ایسی نشانیاں رکھی ہیں جو اس کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔

اقرارِ توحید اور احساسِ بندگی

حدیث

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا تَهَجَّدَ مِنَ اللَّیْلِ قَالَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَیِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْهِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْهِنَّ اَنْتَ الْحَقُّ وَقَوْلُکَ الْحَقُّ وَوَعْدُکَ الْحَقُّ وَلِقَاءُکَ الْحَقُّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اَللّٰهُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ وَبِکَ آمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْکَ خَاصَمْتُ وَبِکَ حَاکَمْتُ فَاغْفِرْلِی مَاقَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَاَسْرَرْتُ وَاَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهِ مِنِّیْ لَااِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ. (البخاری کتاب التوحید)

ترجمہ

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ رات میں تہجد کے وقت یہ دعا فرماتے۔ ''اے اللہ ہمارے رب! حمد و شکر تیرے ہی لئے ہے۔ تو آسمانوں اور زمین کو قائم کرنے اور قائم رکھنے والا ہے۔ تعریف تیرے ہی لئے ہے۔ تو آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی مخلوقات کا رب ہے۔ حمد تیرے ہی لئے ہے۔ تو آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی موجودات کا نور ہے۔ تیرا وجود برحق ہے، تیرا فرمان حق ہے، تیرا وعدہ سچا ہے اور تیرے حضور پیشی بھی ایک حقیقت ہے۔ جنت بھی برحق ہے، اور جہنم بھی برحق ہے، نیز قیامت کی گھڑی بھی برحق۔ خدایا! میں نے اپنے کو تیرے حوالہ کیا اور تجھ پر ایمان لے آیا، تجھ ہی پر توکل کیا اور تیرے حضور ہی شکوہ شکایت کی اور تجھ ہی کو حَکَم بنایا، پس میرے اگلے پچھلے اور وہ سب گناہ جو مجھ سے زیادہ تو جانتا ہے بخش دے کہ تیرے سوا کوئی الہٰ نہیں۔''

تشریح

یہ نبی ﷺ کی دعائے نیم ''شبی'' ہے، جس میں اقرارِ توحید بھی ہے اور اظہار بندگی بھی، خدا کی حمد و ثنا بھی ہے اور شکر و سپاس گذاری بھی۔ صفاتِ الٰہی کا بیان بھی ہے اور ایمان و یقین کا اظہار بھی اور اخیر میں طلب مغفرت بھی۔ غرضیکہ دعا کے اس پیرایہ میں وہ سب کچھ موجود ہے، جس کے ذریعہ اللہ سے صحیح تعلق قائم کیا جاسکتا ہے۔

(۸)
رسالتِ محمّدی

عالمگیر نبوت

حدیث

قَالَ جَابِرُ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ (رض) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : كَانَ النَّبِیُّ یُبْعَثُ اِلَی قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَ بُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ كَافَّةً. (صحیح البخاری ۔کتاب الصلوٰة)

ترجمه

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس سے پہلے خاص طور سے نبی اس کی اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا، لیکن میں تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

تشریح

حضرت محمد ﷺ سے پہلے مختلف زمانوں اور مختلف ملکوں میں اللہ کے پیغمبر آئے ،اللہ تعالیٰ ہر قوم میں ایک نہ ایک نبی بھیجتا رہا تا کہ نبی کے ذریعہ اس کا دین اس قوم تک پہنچ جائے۔حضرت محمد ﷺ سے پہلے دنیا بین الاقوامی اعتبار سے اتنی وسیع نہیں تھی، اور نہ تمدنی ذرائع ہی نے ایسی ترقی کی تھی کہ عالمگیر نبوت اور کامل شریعت کے تقاضے پورے ہو جاتے ۔اس لئے بالعموم ہر نبی کے مخاطب اس کی اپنی قوم کے لوگ رہے ہیں، گو دعوت اپنی اصل کے اعتبار سے تمام انسانوں کے لئے رہی ہے، کیونکہ دین تمام انبیاء علیہم السلام کا ایک ہی تھا۔یعنی اسلام، جو تمام انسانوں کی ہدایت کیلئے بھیجا گیا تھا، البتہ اللہ تعالیٰ نے حالات وظروف کی رعایت کرتے ہوئے شریعت ہر قوم کیلئے الگ الگ مقرر کی تھی ۔لیکن جب حضرت محمد ﷺ کی بعثت ہوئی تو دنیا تمدنی اور بین الاقوامی اعتبار سے اتنی ترقی کر چکی تھی کہ کامل شریعت اور عالمگیر نبوت کے تقاضے پورے ہو سکتے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو بلا قیدِ زمان و مکان قیامت تک کیلئے تمام دنیا والوں کی طرف نبی اور رسول بنا کر بھیجا۔چنانچہ آپ کے مخاطب عرب ہی نہیں، قیصر و کسریٰ بھی قرار پائے اور ہر قوم کے لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں اسلام پھیل گیا۔

لہٰذا یہ خیال کرنا صحیح نہ ہوگا کہ حضرت محمد ﷺ ''قوم مسلم'' کے پیغمبر ہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ کو اللہ رب العالمین نے اقوام عالم کیلئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ آپ ﷺ کی رہنمائی قیامت تک کیلئے ہے اور آپ کا دین اور آپ کی شریعت تمام بندگانِ خدا کیلئے ہے، خواہ وہ کسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں اور کسی ملک کے باشندے ہوں۔ جو لوگ تعصب اور تنگ نظری کی بنا پر آپ ﷺ کی نبوت اور رہنمائی کو قبول نہیں کریں گے، وہ نہ صرف یہ کہ بہت بڑے خیر سے محروم رہیں گے، بلکہ خدا کے نمائندے کو تسلیم نہ کرنے کے بنا پر سخت مجرم قرار پائیں گے۔

دنیا کا نجات دہندہ

حدیث

عَنْ جَابِرٍ(رض) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مَثَلِیْ وَمَثَلُکُمْ کَمَثَلِ رَجُلٍ اَوْقَدَ نَارًا فَجَعَلَ الْجَنَادِبُ وَالْفِرَاشُ یَقَعْنَ فِیْهَا وَهُوَیَذُبُّهُنَّ عَنْهَا وَاَنَا آخِذٌبِحُجَزِکُمْ عَنِ النَّارِوَاَنْتُمْ تَفَلَّتُوْنَ مِنْ یَدِیْ . (مسلم کتاب الفضائل)

ترجمہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی نے آگ جلائی تو پتنگے اور پروانے آ کر اس میں گرنے لگے۔ اور وہ ان کو اس آگ سے ہنکار رہا ہے۔ میں بھی تمہاری کمر پکڑ کر تم کو (دوزخ کی) آگ سے ہٹا رہا ہوں، لیکن تم ہو کہ میرے ہاتھ سے نکلے جا رہے ہو۔

تشریح

پیغمبر اسلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیائے انسانیت کیلئے ہادی اور نجات دہندہ بن کر تشریف لائے۔ آپ نے جو تعلیمات پیش فرمائیں اس سے مقصود انسان کو جہنم کی آگ سے بچانا ہے۔ لیکن انسان خواہشات کے پیچھے پڑ کر اور انجام سے بے خبر ہو کر برائیوں اور گناہوں میں جا گرتا ہے۔ اس طرح اس پر

پتنگوں کی مثال بالکل صادق ہوتی ہے، جو آگ کی جگمگاہٹ پر فریفتہ ہو جاتے ہیں، درآنحالیکہ آگ انہیں جلا کر خاک کر دیتی ہے۔ اگر انسان جہنم کے عذاب سے بچنا چاہتا ہے تو اس کیلئے نجات کی واحد راہ یہ ہے کہ اپنی خواہشات پر چلنے کے بجائے رسول اللہ ﷺ کی پیروی اختیار کرے۔

کاش کہ دنیا جان لیتی کہ حضرت محمد ﷺ کسی مخصوص قوم کیلئے نہیں، بلکہ دنیا کے تمام انسانوں کیلئے نجات دہندہ بن کر آئے ہیں۔ اور آپ ﷺ کی تعلیمات رہتی دنیا تک تمام انسانوں اور تمام اقوام کیلئے ہیں۔

حدیث

عَنْ اَبِی مُوْسیٰ عَنِ النَّبِی ﷺ قَالَ : اِنَّ مَثَلِیْ وَ مَثَلَ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ بِهِ کَمَثَلِ رَجُلٍ اَتیٰ قَوْمَهُ فَقَالَ یَا قَوْمِ اِنِّیْ رَأَیْتُ الْجَیْشَ بِعَیْنَیَّ وَ اِنِّیْ اَنَا النَّذِیْرُ الْعُرْیَانُ فَالنَّجَاءَ فَاَطَاعَهُ طَائِفَةٌ مِّنْ قَوْمِهِ فَأَدْلَجُوْا فَانْطَلَقُوْا عَلیٰ مُهْلَتِهِمْ وَ کَذَّبَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ فَاَصْبَحُوْا مَکَانَهُمْ فَصَبَّحَهُمُ الْجَیْشُ فَاَهْلَکَهُمْ وَاجْتَاحَهُمْ. فَذٰلِکَ مَثَلُ مَنْ اَطَاعَنِیْ وَاتَّبَعَ مَا جِئْتُ بِهِ وَ مَثَلُ مَنْ عَصَانِیْ وَ کَذَّبَ مَا جِئْتُ بِهِ مِنَ الْحَقِّ. (مسلم کتاب الفضائل)

ترجمہ

حضرت ابوموسیٰ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے اللہ نے جس ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے اپنی قوم کے پاس آ کر کہا لوگو! میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ لشکر (تم پر حملہ کرنے کیلئے) آ رہا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ میں نذیر عریاں ہوں لہٰذا نجات کی فکر کرو۔ قوم کے ایک گروہ نے اس کی بات مان لی اور مہلت کو غنیمت جان کر وہ (فوراً) رات کی تاریکی ہی میں (مقابلہ کے لئے) نکل پڑا۔ لیکن دوسرے گروہ نے جھٹلایا اور وہ اپنی جگہ رہا۔ صبح ہوتے ہی لشکر نے حملہ کیا اور ان کو ہلاک اور تباہ کر کے رکھ دیا۔ یہ (پہلی) مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے میری بات مانی اور میری لائی ہوئی ہدایت کی پیروی کی۔ اور یہ (دوسری) مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے میری بات نہیں مانی اور میں جو حق لیکر آیا ہوں اس کو جھٹلایا۔

تشریح

زمانۂ جاہلیت میں جب قوم کا سردار باہر سے دشمن کے حملہ کی خبر لے کر آتا، تو بستی میں داخل ہونے سے پہلے دور ہی سے اپنے کپڑے اتار کر خطرے کا اشارہ کرتا، تاکہ لوگ فوراً متنبہ ہوجائیں اور اپنے بچاؤ کی فکر کریں۔ ایسے شخص کو نذیر عریاں کہا جاتا تھا یعنی کھلے بندوں آگاہ کرنے والا۔

اس تمثیل سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ نبی ﷺ دنیا والوں کو یوم جزاء سے خبردار کرنے کیلئے تشریف لائے ہیں۔۔۔۔ آپ ﷺ کی دعوت انسان کو آنے والے دن کی ہولناکی سے بچانے اور انہیں ابدی طور سے کامیاب بنانے کیلئے ہے۔۔۔۔۔ اس لئے آپ ﷺ کی حیثیت دنیا والوں کیلئے نجات دہندہ کی ہے، مگر لوگوں نے آپ ﷺ کی اس حیثیت کو نہیں سمجھا۔ اس لئے آپ ﷺ کے متنبہ کرنے کے باوجود وہ اس اطمینان کے ساتھ زندگی گذار رہے ہیں کہ قیامت آنے والی نہیں ہے اور نہ انہیں کسی کے حضور جواب دہی کرنا ہے۔

نجات کیلئے رسالتِ محمدی پر ایمان لانا ضروری

حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهُ قَالَ: وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهِ لَایَسْمَعُ بِیْ اَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الأُمَّةِ یَهُوْدِیٌّ وَلَا نَصْرَانِیٌّ ثُمَّ یَمُوْتُ وَلَمْ یُؤْمِنْ بِالَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِهِ اِلَّا کَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ. (مسلم کتاب الایمان)

ترجمہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، اس دور کے لوگوں میں سے جو شخص بھی خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی، میری خبر سُنے اور پھر اُس (دین) پر ایمان لائے بغیر مر جائے جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں تو وہ لازماً دوزخیوں میں سے ہوگا۔

تشریح

اس دور سے مراد نبی ﷺ کی بعثت سے لیکر قیامت تک کا دور ہے۔ کیونکہ آپ قیامت تک کیلئے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور آپ کی بعثت عرب وعجم کی تمام قوموں کی طرف ہے۔

آپ نے اللہ کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا، تاکہ بات قطعیت کے ساتھ واضح ہوجائے اور شک وشبہ کے لئے کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔

آپ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی رسالت کی خبر جس شخص تک بھی پہنچ جائے، اس کیلئے آپ پر ایمان لانا اور آپ کے لائے ہوئے دین اور شریعت کو قبول کرنا ضروری ہے۔ اس سے کوئی شخص اور کوئی قوم حتیٰ کہ اہلِ کتاب بھی مستثنیٰ نہیں ہیں۔ آپ کی رسالت کی دعوت پہنچ جانے کے بعد جو شخص بھی آپ پر اور آپ کے لائے ہوئے دین پر ایمان نہیں لائے گا وہ جہنمی ہوگا۔

رسول کی اطاعت

حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰهَ . (مسلم کتاب الاحکام)

ترجمہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے میری اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ کی اطاعت کی۔ اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے درحقیقت اللہ کی نافرمانی کی۔“

تشریح

کسی شخص کے رسول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے رہنمائی کے منصب پر مامور کیا ہے۔ خدا کا پیغام لوگوں تک پہنچانا اور اس کے احکام اور اس کی شریعت کی تفصیلات سے انہیں آگاہ کرنا، رسول کا فرضِ منصبی ہے۔ اسی طرح لوگوں کا یہ فرض ہے کہ وہ بے چون وچرا رسول کہ اطاعت کریں کہ یہ اطاعت

درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت ہے، کیونکہ رسول کوئی حکم اپنی طرف سے نہیں دیتا، بلکہ جو ہدایت وہ خدا کی طرف سے پاتا ہے اسی کا وہ حکم دیتا ہے۔ ایسی صورت میں رسول کے کسی بھی حکم کی خلاف ورزی اللہ کے حکم کی خلاف ورزی، اور اس کی اطاعت سے انکار اللہ کی اطاعت سے انکار کے ہم معنیٰ ہے۔

نبی ﷺ کی امتیازی خصوصیات

حدیث

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ:. اُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ و نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَاُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ ، وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ طَهُوْرًا و مَسْجِدًا، وَاُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِیَ النَّبِيُّوْنَ.

(مسلم كتاب المساجد)

ترجمہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے دیگر انبیاء کے مقابلہ میں چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے۔ مجھے جامع کلمات عطا کئے گئے ہیں، رعب سے میری مدد کی گئی ہے، اموال غنیمت میرے لئے جائز کردیئے گئے ہیں، ساری زمین کو میرے لئے پاک اور عبادت گاہ بنادیا گیا ہے، مجھے ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیج دیا گیا ہے اور انبیاء کا سلسلہ مجھ پر ختم کردیا گیا ہے۔

تشریح

اس حدیث میں نبی ﷺ کی چھ امتیازی خصوصیات بیان ہوئی ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی تھیں:

(۱) آپ کو جامع کلمات عطاء کئے گئے ہیں، جہاں تک قرآن کا تعلق ہے وہ کلامِ الٰہی ہے اور ہر لحاظ

سے ایک معجزہ ہے، لیکن حدیث بھی جو کلامِ نبوت ہے اپنی ایک امتیازی شان رکھتی ہے۔ الفاظ مختصر مگر مضمون جامع ومانع، گویا دریائے معانی کو کوزے میں بند کردیا گیا ہے۔ کلامِ رسول کی اس خصوصیت کی بنا پر حدیثیں بآسانی زبان زد ہوجاتی ہیں، اور ان میں بلا کی تاثیر بھی پائی جاتی ہے۔

(۲) رعب سے آپ کی مدد کی گئی ہے۔ اور دوسری حدیث میں یہ صراحت ہے کہ اگر آپ ﷺ کا دشمن ایک ماہ کی مسافت کے بقدر دوری پر ہو تو وہ بھی مرعوب ہوگا۔ چنانچہ قیصر وقصریٰ پر آپ کی زبردست دھاک بیٹھ گئی اور حکومتوں کے ایوانوں میں زلزلہ آگیا۔

(۳) جنگ کے موقع پر دشمن کا جو مال قبضہ میں آجائے وہ پچھلی امتوں کیلئے اُس طرح جائز نہیں تھا کہ جس طرح امتِ محمدیہ کیلئے جائز قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ ﷺ کی امت کو اس فضلِ خاص سے نوازا ہے۔

(۴) نماز کیلئے مخصوص عبادت گاہ کی شرط نہیں رکھی گئی ہے، بلکہ روئے زمین کو عبادت گاہ بنادیا گیا ہے۔ لہٰذا مسجد کی ضرورت اور فضیلت کے باوجود، جہاں تک جواز کا تعلق ہے زمین کے کسی بھی چپہ پر نماز ادا کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح وضو اور غسل کیلئے پانی نہ ملنے کی صورت میں پاک مٹی سے تیمّم کیا جاسکتا ہے۔

(۵) آپ ﷺ کی رسالت عالمگیر ہے۔ یعنی آپ کو کسی مخصوص قوم کی طرف نہیں بھیجا گیا ہے۔ کالے اور گورے اور انس وجن، غرض تمام اقوامِ عالم کی طرف اور زمان ومکان کی قید کے بغیر قیامت تک کے لئے تمام بندگانِ خدا کی طرف بھیجا گیا ہے۔

(۶) اور آپ ﷺ کی ایک اہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ آپ ﷺ سلسلۂ نبوت کی آخری کڑی ہیں اور آپ ﷺ کا دورِ نبوت قیامت تک کیلئے ہے۔ دین کے مکمل ہوجانے اور قرآن کے قیامت تک کیلئے محفوظ ہوجانے کی بنا پر کسی نئے نبی کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ لہٰذا آپ ﷺ کے بعد جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کریگا وہ جھوٹا ہے۔

علم وعرفان کی بارش

حدیث

عَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : اِنَّ مَثَلَ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰہُ عَزَّ وَ جَلَّ مِنَ الْھُدٰی وَالْعِلْمِ کَمَثَلِ غَیْثٍ اَصَابَ اَرْضًا فَکَانَتْ مِنْھَا طَائِفَۃٌ طَیِّبَۃٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ فَاَنْبَتَتِ الْکَلَاءَ وَالْعُشْبَ الْکَثِیْرَ وَکَانَ مِنْھَا اَجَادِبَ اَمْسَکَتِ الْمَاءَ فَنَفَعَ اللّٰہُ بِھَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا مِنْھَا وَسَقُوْ وَرَعَوْ وَاَصَابَ طَائِفَۃً مِنْھَا اُخْرٰی اِنَّمَا ھِیَ قِیْعَانٌ لَا تُمْسِکُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ کَلَاءً فَذٰلِکَ مَثَلُ مَنْ فَقُہَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ وَنَفَعَہُ اللّٰہُ بِمَا بَعَثَنِیَ اللّٰہُ بِہٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَ مَثَلُ مَنْ لَّمْ یَرْفَعْ بِذٰلِکَ رَاْسًا وَلَمْ یَقْبَلْ ھُدَی اللّٰہِ الَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِہٖ. (مسلم کتاب الفضائل)

ترجمہ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس علم وہدایت کے ساتھ مجھے بھیجا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے بارش، کہ جب وہ زمین پر برسی تو اُس نے پانی کو اپنے اندر جذب کر لیا، اور اس پر بکثرت گھاس پھوس اُگ آئی اور اس کا جو حصہ افتادہ تھا اس نے پانی کو روکے رکھا۔ اس طرح اللہ نے اس کے ذریعہ لوگوں کو فائدہ پہنچایا، چنانچہ انہوں نے خود بھی پانی پیا اور دوسروں کو بھی پلایا۔ لیکن زمین کا جو خطہ چٹیل میدان تھا، اس پر جب بارش ہوئی تو وہ نہ پانی کو روک سکا نہ اس پر گھاس اُگ سکی، تو یہ (پہلی) مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے اللہ کے دین کا فہم حاصل کیا اور اللہ نے اس علم وہدایت سے جس کے ساتھ میں مبعوث کیا گیا ہوں انہیں فائدہ پہنچایا۔ چنانچہ انہوں نے خود بھی (دین) کا علم حاصل کیا۔ اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دی۔ اور یہ (دوسری) مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے اس علم کی طرف کوئی توجہ نہیں کی، اور جس ہدایت کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں اسے قبول نہیں کیا۔

تشریح

اس تمثیل سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ نبی ﷺ کی بعثت علم حق کے ساتھ ہوئی ہے، تا کہ دنیا والوں کو اللہ کی معرفت حاصل ہو، اور وہ اس کی روشنی میں زندگی گذاریں۔ لیکن جس طرح ایسی زمین جو سنگلاخ ہو، بارش کا کوئی اثر قبول نہیں کرتی، اسی طرح وہ لوگ بھی علم وعرفان کی بارش سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا پاتے جو اپنی سنگدلی کی بنا پر قبول حق کی صلاحیت کھو چکے ہیں۔ اس سے صرف وہی لوگ فیضیاب ہوتے ہیں جو اپنے اندر قبول حق کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ نبی ﷺ کے علم وہدایت سے خود بھی فائدہ اٹھاتے ہیں اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاتے ہیں۔

آخری نبی

حدیث

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ : اِنَّ مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بَیْتاً فَاَحْسَنَہٗ وَ اَجْمَلَہٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَۃٍ مِنْ زَاوِیَۃٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِہٖ وَیَعْجَبُوْنَ لَہٗ وَیَقُوْلُوْنَ ھَلاَّ وُضِعَتْ ھٰذِہِ اللَّبِنَۃُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَۃُ وَ اَنَا خَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ.

(بخاری کتاب احادیث الانبیاء)

ترجمہ

''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اور گذشتہ انبیاء کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے ایک خوبصورت اور شاندار مکان بنایا، لیکن اس کے ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی۔ لوگ اس کے گرد گھومتے اور اس کی خوبصورتی پر تعجب کرتے البتہ (خالی جگہ کو دیکھ کر) کہتے کیا بات ہے یہاں اینٹ نہیں رکھی گئی! آپ ﷺ نے فرمایا تو وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔''

تشریح

قرآنِ کریم اور احادیثِ صحیحہ سے حضرت محمد ﷺ کا آخری نبی ہونا قطعی طور سے ثابت ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے۔ یہ حدیث بھی منجملہ ان احادیث صحیحہ کے ہے جن میں واضح طور سے بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ سلسلۂ انبیاء کی آخری کڑی ہیں۔ نبوت کی عمارت میں جو ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ گئی تھی وہ آپ کی بعثت سے پُر ہوگئی، اور عمارت مکمل ہوگئی۔ آپ ﷺ کے بعد اب کوئی نیا نبی آنے والا نہیں، لہٰذا جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کریگا اس کا یہ دعویٰ بالکل جھوٹا اور باطل ہے۔

آپ خاتم النبیین ہیں یعنی نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنے والے اور نبیوں پر مہر ہیں۔ جس طرح مہر لگ جانے کے بعد کوئی چیز اندر داخل نہیں ہوسکتی، اسی طرح آپ کے بعد دائرہ نبوت میں کسی کے داخل ہونے کی گنجائش نہیں رہی، لہٰذا جو شریعت آپ ﷺ لے کر آئے ہیں وہ قیامت تک کیلئے ہے۔ اور بلا قید زمان ومکان تمام لوگوں کیلئے ضروری ہے کہ حضرت محمد ﷺ پر خاتم النبیین کی حیثیت سے ایمان لائیں اور آپ کے لائے ہوئے دین اور شریعت کی اتباع کریں۔

جو شخص حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کو مانتا ہے وہ درحقیقت آپ ﷺ کو آخری نبی تسلیم نہیں کرتا، اور آپ ﷺ کو آخری نبی تسلیم نہ کرنا کفر ہے۔

(۹)

قرآن

قوموں کے عروج و زوال کا سبب

حدیث

عَنْ عُمَرَ قَالَ اِنَّ نَبِیَّکُمْ ﷺ قَدْ قَالَ : اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَیَضَعُ بِهِ آخَرِیْنَ . (مسلم کتاب الفضائل القرآن)

ترجمہ

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ اس کتاب کے ذریعہ کتنی ہی قوموں کو رفعت وبلندی عطا کرے گا اور کتنوں کو پستی میں گرائے گا۔

تشریح

قرآن اللہ کی وہ کتاب ہے جو قوموں کی قسمتوں کا فیصلہ کرنے کیلئے نازل ہوئی ہے۔ جو قوم اس پر ایمان لاکر اپنی انفرادی واجتماعی زندگی کیلئے اس کو رہنما بنائے گی وہ عروج کو پہنچ جائے گی۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ ایسا ہی ہوا۔ چنانچہ عرب کے بادیہ نشین اس کتاب کی بدولت بامِ عروج کو پہنچ گئے۔ اور انہیں فکر وعمل، اخلاق وکردار اور تہذیب وتمدن ہر چیز میں اونچا ہی مقام حاصل ہوا۔ بخلاف اس کے جو قوم اس کتاب کو رد کردیتی ہے وہ پستی کے گڑھے میں جا گرتی ہے۔

چنانچہ جن قوموں نے اسے رد کیا وہ اپنی ساری مادی ترقیوں کے باوجود پستی اور بگاڑ ہی کا شکار ہوئیں۔ اور انہیں حقیقی عزت کا مقام ہرگز حاصل نہ ہوسکا۔ جو قوم قرآن کی روشنی میں چلنا نہیں چاہتی اس کیلئے تاریکیوں میں بھٹکنا اور گراوٹ میں مبتلا ہونا مقدر ہے۔ ایسی قوم فکر وعمل کی دنیا میں بہت بڑے فساد کا موجب بن جاتی ہے۔

وحی کا نزول

حدیث

عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ رَضِیَ اللّٰہ عَنْھَا اَنَّ الْحَارِثَ بْنِ ھِشَامٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سَأَلَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَیْفَ یَاتِیْکَ الْوَحْیُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَحْیَانًا یأتِیْنِی مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَھُوَ اَشَدُّ عَلَیَّ فَیَفْصِمُ عَنِّیْ وَقَدْ وَعَیْتُ مَا قَالَ وَ اَحْیَاناً یَتَمَثَّلُ لِیَ الْمَلَکُ رَجُلًا فَیُکَلِّمُنِیْ فَاَعِیْ مَا یَقُوْلُ . قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا وَلَقَدْ رَاَیْتُہٗ یَنْزِلُ عَلَیْہِ الْوَحْیُ فِی الْیَوْمَ الشَّدِیْدِ الْبَرْدِ فَیَفْصِمُ عَنْہُ وَ اَنَّ جَبِیْنَہٗ لَیَتَفَصَّدُ عَرَقاً.

(بخاری بدء الوحی)

ترجمہ

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول آپ ﷺ پر وحی کس طرح آتی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کبھی تو یہ صورت ہوتی ہے کہ وحی بانگِ جرس کی طرح میرے پاس آتی ہے اور یہ صورت مجھ پر بہت سخت ہوتی ہے۔ پھر جب موقوف ہوجاتی ہے تو میں کلام کو محفوظ کرچکا ہوتا ہوں۔ اور کبھی فرشتہ انسان کی شکل میں میرے سامنے ظاہر ہوجاتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے اور وہ جو کچھ کہتا ہے میں اس کو محفوظ کرلیتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو وحی نازل ہونے کی حالت میں دیکھا ہے۔ سخت سردی کے دنوں میں بھی یہ کیفیت ہوتی تھی کہ جب وحی موقوف ہوجاتی تو آپ کی پیشانی عرق آلود ہوجاتی تھی۔

تشریح

''وحی'' کے معنی اشارہ کرنے اور خفیہ طریقے پر بات کرنے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا پیغام جس خفیہ طریقے پر انبیاء علیہم السلام پر بھیجتا ہے اس کا نام قرآن کی اصطلاح میں 'وحی' ہے۔ دوسری زبانوں میں ٹھیک اس مفہوم کو ادا کرنے کیلئے کوئی لفظ ملنا مشکل ہے۔ انگریزی کا لفظ (Revelation) گو وحی کے معنیٰ میں استعمال کیا جاتا ہے مگر اس لفظ سے وحی کی مذکورہ بالا خصوصیت واضح نہیں ہوتی۔

نبی ﷺ پر جو وحی نازل ہوتی تھی اس کے دو طریقے اس حدیث میں بیان کئے گئے ہیں۔ ایک بانگِ جرس کی طرح اور دوسرے فرشتہ کا انسانی شکل میں آ کر پیغام پہنچانا۔ جہاں تک پہلی صورت کا تعلق ہے آسمانی پیغام رسانی کے اس طریقہ کو ہم اپنی عقل کی گرفت میں نہیں لے سکتے۔ اسی لئے اُسے گھنٹی کی آواز سے تشبیہ دی گئی ہے تاکہ ہمیں ایک سرسری سا اندازہ ہو سکے۔ آج پیغام رسانی کے وہ طریقے ایجاد ہوئے ہیں جن سے دنیا پہلے بالکل ناآشنا تھی۔ اس لئے اگر آسمانی پیغام کے نزول کے ایک غیر معمولی اور غیبی ذریعہ کی نشاندہی پیغمبروں نے کی ہو تو اسے کیوں نہ تسلیم کر لیا جائے، جب کہ اس کی خبر دینے والے سچائی کے پیکر ہوں اور ان سب نے متفقہ طور پر اس کی نشاندہی کی ہو؟

وحی کا دوسرا طریقہ حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فرشتہ انسانی شکل میں نازل ہو کر بالمشافہ اللہ کا پیغام پیش کرتا تھا۔ یہ صورت بھی غیب سے تعلق رکھتی ہے لیکن نسبتاً اس کا اندازہ کرنا انسان کیلئے آسان ہے۔

وحی کے نزول کے وقت نبی ﷺ کے جبین مبارک کا عرق آلود ہونا اور وہ بھی سخت جاڑے کے موسم میں جس کا مشاہدہ آپؐ کے ساتھی کرتے تھے اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ وحی کی حالت ایک غیر معمولی حالت ہوتی تھی۔ اگر قرآن کریم نبی ﷺ کی تصنیف کردہ کتاب ہوتی تو یہ غیر معمولی صورت ہرگز پیش نہیں آ سکتی تھی۔

بہترین کلام

حدیث

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْىِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ وَ شَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ. (مسلم كتاب الجمعة)

ترجمہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ میں فرمایا کرتے: بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے۔ اور بہترین طریقہ محمد (ﷺ) کا طریقہ ہے۔ اور بدترین باتیں بدعات ہیں۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

تشریح

اس حدیث میں کتاب الٰہی (قرآن) کو بہترین کلام کہا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ کے کلام سے بہتر کس کا

کلام ہو سکتا ہے؟ مگر کم ہی لوگوں کو اس کا کلام پڑھنے اور سننے سے دلچسپی ہوتی ہے۔ موجودہ زمانے میں انسان دنیا بھر کی کتابیں پڑھ لیتا ہے مگر نہیں پڑھتا تو اللہ کی کتاب، جو بہترین کلام ہے۔ اس سے زیادہ انسان کیلئے محرومی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے؟

حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول تھے اس لئے آپ کا طریقہ بہترین طریقہ ہے۔ اور طریقہ سے مراد عبادت کا طریقہ بھی اور زندگی بسر کرنے کا طریقہ بھی، اسوۂ حسنہ بھی ہے اور سنتِ نبوی بھی۔

بدعات سے مراد وہ باتیں ہیں جو دین میں سے نہیں ہیں، مگر لوگوں نے اپنی طرف سے دین میں داخل کر دی ہیں جب کہ اللہ کے دین میں کسی کو کوئی بات داخل کرنے کا حق نہیں ہے۔

مسلمانوں کے مختلف فرقوں نے اسلام پر جو حاشیہ آرائی کی ہے اس کی وجہ سے اصل اسلام کو سمجھنا لوگوں کیلئے مشکل ہو گیا ہے۔ مگر کتاب وسنت کے اندر وہ اپنی اصل شکل میں موجود ہے۔ اور کتاب وسنت ہی معیارِ حق ہے۔

بہترین علم

حدیث

عَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَ عَلَّمَهُ . (البخاری)

ترجمہ

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن کا علم حاصل کرے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دے۔

تشریح

قرآن لفظاً لفظاً رب العالمین کا کلام ہے اس لئے وہ علم اور حکمت کا سرچشمہ ہے، وہ کائنات کے حقائق سے پردے اٹھاتا ہے اور زندگی کے اسرار کو بے نقاب کرتا ہے، اس کو پڑھ کر آدمی کے اندر اپنے خالق کی پہچان بھی پیدا ہوتی ہے اور اس کا صحیح تعلق بھی اس سے قائم ہو جاتا ہے۔ یہ کتاب انسان کیلئے مکمل ہدایت ہے اس لئے جو شخص اس کو سمجھ کر پڑھتا ہے اس کو حقیقی علم حاصل ہو جاتا ہے۔ اور وہ بہترین انسان بن جاتا ہے۔ اسی طرح جو شخص دوسروں کو قرآن کی تعلیم دیتا ہے وہ بہترین خدمت انجام دیتا ہے۔

(۱۰)

زندگی

بعد

موت

میت کے ساتھ کیا چیز منتقل ہوتی ہے

حدیث

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْ لُ اللّٰهِ ﷺ : يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلٰثَةٌ فَيَرْجِعُ اِثْنَانِ وَيَبْقٰى وَاحِدٌ، يَتْبَعُهُ اَهْلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ، فَيَرْجِعُ اَهْلُهُ وَمَالُهُ وَيَبْقٰى عَمَلُهُ. (مسلم کتاب الزهد)

ترجمه

”حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں جن میں سے دو واپس آ جاتی ہیں اور ایک باقی رہ جاتی ہے۔ اس کے ساتھ اس کے گھر والے، اس کا مال اور اس کا عمل جاتا ہے، گھر والے اور مال تو واپس آ جاتے ہیں۔ لیکن اس کا عمل باقی رہتا ہے۔“

تشریح

مطلب یہ ہے کہ میت کے ساتھ جو چیز عالمِ برزخ اور عالمِ آخرت میں منتقل ہوتی ہے وہ اس کا عمل ہے نہ کہ اس کے گھر والے اور اس کا مال۔ اور جب یہ حقیقت ہے تو پھر انسان کو اصل فکر ایسی چیز کی کرنی چاہیئے جو اس کے ساتھ ہمیشہ منتقل ہونے والی ہے۔ لیکن انسان اس حقیقت سے غافل ہو کر جس بات کی فکر کرتا ہے اور جس کیلئے اپنی زندگی کھپا دیتا ہے وہ اپنی دولت میں اضافہ اور اپنے اہل وعیال کی ”خوشحالی“ ہے، گویا کہ یہ چیزیں اس کا مقصدِ حیات ہیں۔

موت کے بعد کا مرحلہ

حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیّ ﷺ قَالَ: اِنَّ الْمَیِّتَ یَصِیْرُ اِلَی الْقَبْرِ فَیَجْلِسُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فِیْ قَبْرِهٖ غَیْرَفَزِعٍ وَلَا مَشْعُوْفٍ ثُمَّ یُقَالُ لَهٗ فِیْمَ كُنْتَ فَیَقُوْلُ فِی الْاِسْلَامِ، فَیُقَالُ لَهٗ مَا هٰذَا الرَّجُلُ فَیَقُوْلُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَاءَ نَا بِالْبَیِّنَاتِ مِنْ عِنْدِاللّٰهِ فَصَدَّقْنَاهُ فَیُقَالُ لَهٗ هَلْ رَاَیْتَ اللّٰهَ؟ فَیَقُوْلُ مَا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ اَنْ یَّرَی اللّٰهَ، فَیُفْرَجُ لَهٗ فُرَجَةٌ قِبَلَ النَّارِ فَیَنْظُرُ اِلَیْهَا یَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضاً فَیُقَالُ اُنْظُرْ اِلٰی مَاوَقَاکَ اللّٰهُ ثُمَّ یُفْرَجُ لَهٗ فُرْجَةٌ قِبَلَ الْجَنَّةِ فَیَنْظُرُ اِلٰی زَهْرَتِهَا وَمَا فِیْهَا، فَیُقَالُ لَهٗ هٰذَامَقْعَدُکَ وَیُقَالُ لَهٗ عَلَی الْیَقِیْنِ كُنْتَ وَ عَلَیْهِ مُتَّ وَ عَلَیْهِ تُبْعَثُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ. وَیَجْلِسُ الرَّجُلُ السُّوْءُ فِیْ قَبْرِهٖ فَزِعاً مَشْعُوْفاً فَیُقَالُ لَهٗ فِیْمَ كُنْتَ؟ فَیَقُوْلُ لَا اَدْرِیْ فَیُقَالُ لَهٗ مَا هٰذَا الرَّجُلُ؟ فَیَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ قَوْلاً فَقُلْتُهٗ فَیُفْرَجُ لَهٗ قِبَلَ الْجَنَّةِ فَیَنْظُرُ اِلَی زَهْرَتِهَا وَمَا فِیْهَا، فَیُقَالُ لَهٗ اُنْظُرْ اِلَی مَا صَرَفَ اللّٰهُ عَنْکَ، ثُمَّ یُفْرَجُ لَهٗ فُرْجَةٌ قِبَلَ النَّارِ فَیَنْظُرُ اِلَیْهَا یَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضاً، فَیُقَالُ لَهٗ هٰذَا مَقْعَدُکَ، عَلَی الشَّکِّ كُنْتَ وَعَلَیْهِ مُتَّ وَ عَلَیْهِ تُبْعَثُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی. (ابن ماجه باب الذکر القبر)

ترجمه

”حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میت کے قبر میں پہنچنے پر ایسا ہوتا ہے کہ اگر وہ نیک شخص تھا تو وہ کسی قسم کے خوف اور گھبراہٹ کے بغیر قبر میں اٹھ بیٹھتا ہے۔ پھر اس سے سوال کیا جاتا ہے کہ تو کس (دین) پر تھا؟ وہ جواب دیتا ہے میں اسلام پر تھا۔ سوال کیا جاتا ہے یہ کون شخص ہیں؟ وہ کہتا ہے یہ محمد ہیں اللہ کے رسول۔ ہمارے پاس اللہ کی طرف سے روشن نشانیاں لے کر آئے تو ہم نے ان کی تصدیق کی۔ سوال کیا جاتا ہے تو نے اللہ کو دیکھا ہے؟ وہ کہتا ہے اللہ کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ پھر اس

کیلئے دوزخ کی طرف کھڑکی کھول دی جاتی ہے، اور وہ اس کے تباہ کن منظر دیکھ لیتا ہے۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ دیکھ اللہ نے تجھے کس چیز سے بچایا۔ پھر اس کیلئے جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے، اور وہ اس کی رونق اور اس کے اندرونی منظر کو دیکھتا ہے۔ اس سے کہا جاتا ہے یہ ہے تیرا ٹھکانہ ”یقین پر تو قائم تھا“ اسی پر تو مرا اور اسی پر تو انشاء اللہ اٹھایا جائے گا۔

لیکن اگر وہ بُرا آدمی تھا تو وہ خوف اور گھبراہٹ کے عالم میں قبر میں اٹھ بیٹھتا ہے۔ وہ یہ پوچھے جانے پر کہ تو کس دین پر تھا؟ کہتا ہے میں نہیں جانتا۔ جب اس سے سوال کیا جاتا ہے کہ یہ کون شخص ہیں؟ وہ کہتا ہے کہ میں نے ان کے بارے میں لوگوں کو جو کچھ کہتے ہوئے سنا تھا وہی کہا (یعنی آپ کی نبوت کی تکذیب کی)۔ پھر اس کے لئے جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ اور وہ اس کی رونق اور اس کے اندرونی منظر کو دیکھتا ہے۔ اس سے کہا جاتا ہے دیکھ اللہ نے تجھے اس سے محروم رکھا۔ پھر اس کیلئے جہنم کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ اور وہ دیکھتا ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو کھائے جا رہا ہے۔ اس سے کہا جاتا ہے یہ ہے تیرا ٹھکانہ، تو شک میں رہا، اسی پر تیری موت ہوئی اور اسی پر تو اٹھایا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

تشریح

قبر سے مراد عالم برزخ ہے جہاں ہر شخص کی روح مرنے کے بعد فوراً پہنچ جاتی ہے، خواہ اس کی لاش دفن کردی گئی ہو یا غرق ہوئی یا جلادی گئی ہو کیونکہ فنا صرف جسم ہوتا ہے روح نہیں۔ عالمِ برزخ دنیا اور آخرت (قیامت) کے درمیان کا عالم ہے۔ مرنے والے کی روح عالم برزخ میں امتحان کے مرحلہ سے گذرتی ہے۔ فرشتے اس سے پیغمبر اور دین کے تعلق سے سوالات کرتے ہیں۔ اگر دنیا میں وہ شخص ایمان لایا تھا اور اسلام کے مطابق زندگی گذاری تھی، تو اس کو قبر میں کسی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ وہ فرشتوں کے سوالات کا ٹھیک ٹھیک جواب دیدیتا ہے۔ اس کے بعد اس کو جنت کی وہ جگہ دکھائی جاتی ہے جہاں اس کا ٹھکانہ ہوگا اور جہاں قیامت کے دن وہ جسم سمیت داخل ہوگا۔ اس طرح عالمِ برزخ میں اسے راحت وسکون حاصل ہوتا ہے۔ لیکن اگر وہ شخص کافر یا منافق (اسلام میں غیر مخلص تھا) تو وہ فرشتوں کے سوالات کا صحیح جواب نہیں دے پاتا۔ اور امتحان میں ناکام رہتا ہے۔ ایسے شخص کو جہنم کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے جہاں وہ قیامت کے دن جسم سمیت داخل ہوگا۔ اس طرح عالم برزخ میں اسے تکلیف اور عذاب سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ قبر (عالم برزخ) میں فرشتے

جب رسول اللہ ﷺ کے بارے میں سوال کرتے ہیں، تو ایک سچے مسلمان کو اس کا جواب دینے میں کوئی زحمت پیش نہیں آتی۔ وہ فوراً بول اٹھتا ہے محمد رسول اللہ کیونکہ وہ یہ کلمہ صدق دل سے دنیا میں ادا کرتا رہا ہے لیکن جو شخص آپ کی رسالت کو تسلیم کرنے سے انکار کرتا رہا ہے یا محض اس وجہ سے کلمہ پڑھتا رہا ہے کہ اس نے مسلم سماج میں جنم لیا ہے، وہ فرشتوں کے سوال کے جواب میں ایمان وایقان کا اظہار نہیں کر پاتا۔ قیامت بہت قریب ہے لیکن برزخ کا معاملہ تو بہت جلد پیش آنے والا ہے۔ جہاں انسان کی آنکھیں بند ہوگئیں وہ عالم برزخ میں پہنچ گیا۔ اعمال کے مکمل نتائج تو قیامت کے دن ظاہر ہوں گے لیکن اس کی ابتداء تو موت کے ساتھ ہی ہو جاتی ہے۔ کاش کہ انسان اس حقیقت کو جان لیتا۔

عالمِ برزخ

حدیث

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا مَاتَ الرَّجُلُ عُرِضَ عَلَیْهِ مَقْعَدُهٗ بِالْغَدَاةِ وَ الْعَشِیِّ اِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَالْجَنَّةُ وَاِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَالنَّارُ . قَالَ ثُمَّ یُقَالُ هٰذَا مَقْعَدُكَ الَّذِیْ تُبْعَثُ اِلَیْهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ .(مسلم کتاب التوبہ ، بخاری کتاب الزھد)

ترجمہ

''حضرت ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: آدمی جب مرجاتا ہے تو اس کو صبح وشام اس کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے۔ اگر وہ جنتی ہے تو جنت کی جھلک دکھائی جاتی ہے اور اگر جہنمی ہے تو جہنم کی جھلک۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ قیامت کے دن یہی تیرا ٹھکانہ ہوگا۔''

تشریح

موت انسان کے بالکل فنا ہو جانے کا نام نہیں ہے، بلکہ محض روح کے جسم سے جدا ہونے کا نام ہے۔ جسم فنا ہو جاتا ہے لیکن روح باقی رہتی ہے۔ اور وہ عالم برزخ میں، جو موجودہ دنیا اور عالمِ آخرت کے درمیان کا عالم ہے منتقل ہو جاتی ہے۔ وہاں اسے قیامت تک رہنا ہے۔ اگر اس نے دنیا میں اپنے عمل سے اپنے آپ

کو جنت کا مستحق ثابت کر دیا تھا تو وہ عالم برزخ میں جنت کی جھلک دیکھتا رہتا ہے۔ اور اگر اس نے اپنے عمل سے اپنے آپ کو جہنم کا مستحق ثابت کر دیا تھا، تو وہ عالم برزخ میں جہنم کی جھلک دیکھتا رہتا ہے۔

صبح وشام ٹھکانہ دکھانے سے مراد یہ ہے کہ اسے روزانہ مشاہدہ کرایا جاتا ہے۔ ظاہر ہے عالم برزخ کے زمان ومکان کو ہم اپنے زمان ومکان پر قیاس نہیں کر سکتے۔

میدانِ حشر

حدیث

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ یُحْشَرُ النَّاسُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَلٰی اَرْضٍ بَیْضَاءَ عَفْرَاءَ كَقُرْصَةِ النَّقِیِّ لَیْسَ فِیْهَا مَعْلَمٌ لِاَحَدٍ. (بخاری کتاب الرقاق)

ترجمہ

''حضرت سہل بن سعدؓ کا بیان ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن لوگوں کو سفید سُرخی مائل زمین پر جمع کیا جائے گا، جو میدے کی روٹی کی ٹکیہ کی طرح ہوگی۔ اس میں کسی کے مکان وغیرہ کا کوئی نشان نہ ہوگا۔''

تشریح

قرآن اور احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ قیامت کے دن حشر اسی زمین پر ہوگا۔ البتہ اس میں عظیم تبدیلیاں رونما ہو چکی ہوں گی۔ مذکورہ بالا حدیث میں میدانِ حشر کی زمین کی یہ کیفیت بیان کی گئی ہے کہ اس کا رنگ سفید سرخی مائل ہوگا۔ دوسری بات یہ کہ قیامت کے دن زمین کی شکل گول ہوگی جیسے روٹی کی ٹکیہ، اور تیسری بات یہ کہ زمین ہموار میدان کی شکل میں ہوگی۔ مکانوں وغیرہ کا نشان تک باقی نہ رہے گا۔

حشر کس طرح ہوگا

حدیث

عَنْ عَائِشَۃَ (رض) قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : یُحْشَرُوْنَ حُفَاۃً عُرَاۃً غُرْلًا فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ الرِّجَالُ وَالنِّسَآءُ یَنْظُرُ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ فَقَالَ الْاَمْرُ اَشَدُّ مِنْ اَنْ یُّھِمَّھُمْ ذَاکَ. (بخاری کتاب الرقاق)

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (قیامت کے دن) حشر اس حال میں ہوگا کہ لوگ ننگے پاؤں، برہنہ جسم اور غیر مختون ہوں گے۔ حضرت عائشہ نے (تعجب سے) پوچھا اس صورت میں تو مرد اور عورتیں ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔ فرمایا قیامت کی ہولناکی اتنی شدید ہوگی کہ آدمی کو کسی کی طرف دیکھنے کا ہوش نہیں ہوگا۔

تشریح

قیامت کے دن انسان کو دوبارہ پیدا کیا جائے گا، اس کے بارے میں قرآن کریم میں **کما بدأنا اوّل خلق نعیدہ وعداً علینا انا کنا فاعلین** "جس طرح ہم نے پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا ہم پھر اس کا اعادہ کریں گے۔ یہ وعدہ ہے ہمارے ذمہ اور یہ کام ہم کر کے رہیں گے۔" (انبیاء: ۱۰۴)

اور حدیث یہ صراحت کرتی ہے کہ جس طرح بچہ ماں کے پیٹ سے ننگے پاؤں، ننگے بدن اور غیر مختون حالت میں پیدا ہوتا ہے، ٹھیک اسی طرح انسان قیامت کے دن اپنی اصلی ہیئت میں دوبارہ پیدا کیا جائے گا۔ اس روز قیامت کی ہولناکی کا یہ عالم ہوگا کہ ہر شخص کو اپنی نجات کی فکر لگی ہوگی۔ اور کسی کو یہ ہوش نہیں ہوگا کہ وہ دوسرے کی برہنگی کی طرف توجہ کرے۔

حدیث سے یہ بھی واضح ہے کہ انسان کی یہ دوبارہ پیدائش انسان ہی کی شکل میں ہوگی بالفاظ دیگر اسلام کا یہ تصورِ حشر، پونر جنم (Re-Birth) کے تصور سے بالکل مختلف ہے اور اس کو باطل قرار دیتا ہے کیونکہ پونر جنم کا تصور یہ ہے کہ انسان جانور، درخت وغیرہ کی شکل میں جنم پر جنم لے۔

حقیقی زندگی

حدیث

عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْآخِرَۃِ . (بخاری کتاب الرقاق)

ترجمہ

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: خدایا زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے۔

حدیث

عَنْ سَھْلٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ : مَوْضِعُ سَوْطٍ فِی الْجَنَّۃِ خَیْرٌ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا. (بخاری کتاب الرقاق)

ترجمہ

حضرت سہلؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جنت میں ایک کوڑے کے بقدر جگہ بھی دنیا و مافیہا (دنیا کی تمام موجودات) سے بہتر ہے۔

تشریح

حقیقی زندگی اسی کو کہتے ہے جس میں انسان کو ابدی سکون ملے۔ دنیوی زندگی ہر قسم کی پریشانیوں اور خوف وخطرے سے گھری ہوئی ہے۔ یہاں پر خوشی رنج کا پیش خیمہ اور ہر راحت تکلیف کی تمہید ہے اور موت ہر قسم کے سکون کو ختم کر دینے والی ہے۔ اس لئے اس چندروزہ زندگی پر حقیقی زندگی کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اس کے بالمقابل آخرت کی زندگی اُن لوگوں کیلئے جنہوں نے اسے اپنا مقصود بنایا ہو، ابدی سکون کی زندگی ہے۔ اس زندگی میں نہ خوف وخطر کا گزر ہو سکے گا اور نہ رنج وغم کا اور نہ کسی قسم کی پریشانی اور تکلیف لاحق ہو سکے گی۔ یہ نعمتوں بھری زندگی ایک جاودانی اور کبھی نہ ختم والے زندگی ہوگی، اس لئے آخرت کی زندگی کو حقیقی زندگی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ حدیث کا منشا اسی حقیقت کو ذہن نشین کرانا ہے کیونکہ جس نے اس حقیقت کو ذہن نشین کرلیا اس کا اس دنیا کے بارے میں زاویۂ نظر بنیادی طور پر بدل جاتا ہے۔

حقیقی راحت اور سکون

حدیث

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُؤْتٰی بِاَنْعُمِ اَھْلِ الدُّنْیَا مِنْ اَھْلِ النَّارِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَیُصْبَغُ فِی النَّارِ صَبْغَۃً ثُمَّ یُقَالُ یَا ابْنَ آدَمَ ھَلْ رَأَیْتَ خَیْرًا قَطُّ ھَلْ مَرَّ بِکَ نَعِیْمٌ قَطُّ ؟ فَیَقُوْلُ لَا وَاللّٰہُ یَا رَبِّ! وَیُؤْتٰی بِاَشَدِّ النَّاسِ بُؤْساً فِی الدُّنْیَا مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَیُصْبَغُ صَبْغَۃً فِی الْجَنَّۃِ فَیُقَالُ لَہُ یَا ابْنَ آدَمَ ھَلْ رَأَیْتَ بُؤْساً قَطُّ ؟ ھَلْ مَرَّ بِکَ شِدَّۃٌ قَطُّ؟ فَیَقُوْلُ لَا وَاللّٰہِ یَا رَبِّ ! مَا مَرَّبِیْ بُؤْسٌ قَطُّ وَلَا رَأَیْتُ شِدَّۃً قَطُّ. (مسلم کتاب صبِغَۃ القیامۃ)

ترجمہ

حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن مستحقین جہنم میں سے ایسے شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ خوشحال تھا۔ اسے آتش جہنم میں ایک ڈبکی دیکر پوچھا جائے گا !اے ابن آدم !کبھی تو نے خوشحالی دیکھی ہے اور کبھی تجھے آسودگی نصیب ہوئی تھی؟ وہ کہے گا قسم بخدا نہیں اے میرے رب !اسی طرح مستحقین جنت میں سے ایسے شخص کو لایا جائیگا جس نے دنیا میں سب سے زیادہ تکلیفیں اٹھائی ہوں گی۔ اسے جنت میں ایک ڈبکی دیکر پوچھا جائے گا اے ابن آدم! کبھی تو نے بدحالی دیکھی تھی اور کبھی تجھے تکلیف سے واسطہ پڑا تھا؟ وہ کہے گا قسم بخدا نہیں اے میرے رب! نہ مجھے کبھی بدحالی سے واسطہ پڑا اور نہ تکلیف سے۔

تشریح

دنیا کی تکلیف ہو یا راحت، اضافی نوعیت کی چیزیں ہیں۔ آخرت میں جہنم کی تکلیف کو دیکھ کر آدمی محسوس کریگا کہ دنیا کی راحت کوئی راحت ہی نہیں تھی۔ اور یہ بہت بڑا دھوکہ ہوا کہ دنیا کی وقتی راحت کی خاطر جہنم کی تکلیف کو نظر انداز کر دیا۔ جبکہ یہ تکلیف دائمی ہے اور اسکے مقابلہ میں دنیا کی راحت بالکل بے معنیٰ تھی۔ اسی طرح جنت کی راحت کو دیکھ کر آدمی محسوس کریگا کہ دنیا کی تکلیف کوئی تکلیف نہیں تھی۔ اور یہ اچھا ہی ہوا کہ جنت کی راحت کی خاطر میں نے دنیا کی وقتی تکلیف برداشت کر لی، کیونکہ جنت کی راحت ابدی ہے اور اس کے مقابلہ میں دنیا کی تکلیف کوئی معنیٰ نہیں رکھتی۔

جنت کی نعمتیں تصور سے بالاتر

حدیث

عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ قَالَ اللّٰہُ عزَّوَجلَّ: اَعْدَدْتُ لِعِبَادِی الصَّالِحِیْنَ مَالَا عَیْنٌ رَأَتْ ، وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خطَرَ عَلیٰ قَلْبِ بَشَرٍ. مِصْدَاقُ ذٰلِکَ فِی کِتَابِ اللّٰہِ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا اُخْفِیَ لَھُمْ مِنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ جزَاءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ . (السجدۃ۔۱۷)(مسلم کتاب الجنۃ)

ترجمہ

حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کیلئے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا۔ اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گزرا۔

کتاب الٰہی کی یہ آیت تصدیق کرتی ہے کوئی شخص نہیں جانتا کہ (نیکوکاروں کے) اعمال کی جزاء کے طور پر آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا سامان ان کیلئے چھپا کر رکھا گیا ہے۔

تشریح

انسان ان ہی چیزوں کا تصور کر سکتا ہے جو اس کے تجربہ اور مشاہدہ میں آتی ہیں۔ جنت کی نعمتیں چونکہ اس کے تجربہ اور مشاہدہ میں نہیں آئی ہیں اس لئے اُن کا تصور کرنے سے وہ قاصر ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کو یہ خوشخبری سنادی ہے کہ ان کیلئے جنت میں عیش و راحت اور عزت و سرفرازی کا وہ سامان تیار کیا گیا ہے، جو انسان کے تصور سے بالاتر ہے۔

جن مادی نعمتوں سے ہم آشنا ہیں ان کے علاوہ جدید اعلیٰ نعمتوں کا وجود کوئی ناممکن بات نہیں ہے۔ کیونکہ جو خدا ان نعمتوں کو پیدا کر سکتا ہے وہ ان سے مختلف اور اعلیٰ نعمتوں کو بھی پیدا کر سکتا ہے۔ اسکی قدرتِ کاملہ سے کوئی چیز بھی بعید نہیں۔ یہ تو انسان کی تنگ نظری ہے کہ وہ خدا کی قدرت کو بھی محدود دیکھنا چاہتا ہے۔ حالانکہ فطرتِ انسانی کی طلب یہی ہے کہ اس کیلئے ایک نئی دنیا ہو، جہاں اسے اعلیٰ درجہ کی نعمتیں میسّر آئیں۔

(۱۱)

قبول اسلام کے واقعات

ایک دن میں پورا قبیلہ مسلمان

حدیث

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: بَعَثَتْ بَنُوْ سَعْدِ بن بَکرٍ ضِمَامَ بن ثَعْلَبَۃَ وَافِدًا اِلیٰ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ، فَقَدِمَ عَلَیْہِ وَاَنَاخَ بَعِیْرَہٗ عَلَی بَابِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ عَقَلَہٗ، ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ جَالِسٌ فِی اَصْحَابِہٖ، وَکَانَ ضِمَامٌ رَجُلاً جَلْداً اَشْعَرَ ذَا غَدِیْرَتَیْنِ فَاَقْبَلَ حَتّٰی وَقَفَ عَلیٰ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فِیْ اَصْحَابِہٖ، فَقَالَ: اَیُّکُمْ اِبْنُ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : اَنَا اِبْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، قَالَ: مُحَمَّدٌ قَالَ: نَعَمْ، فَقَالَ : اِبْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ! اِنِّیْ سَائِلُکَ وَ مُغَلِّظٌ فِیْ الْمَسْئَلَۃِ، فَلَا تَجِدَنَّ فِیْ نَفْسِکَ! قَالَ : لَا اَجِدُ فِی نَفْسِیْ: فَسَلْ عَمَّا بَدَالَکَ ، قَالَ: اَنْشُدُکَ اللّٰہَ اِلٰھَکَ وَ اِلٰہَ مَنْ کَانَ قَبْلَکَ وَاِلٰہَ مَنْ ھُوَ کَائِنٌ بَعْدَکَ، اَللّٰہُ بَعَثَکَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا فَقَالَ اللّٰھُمَّ نَعَمْ، قَالَ: فَاَنْشُدُکَ اللّٰہَ اِلٰھَکَ وَاِلٰہَ مَنْ کَانَ قَبْلَکَ وَاِلٰہَ مَنْ ھُوَ کَائِنٌ بَعْدَکَ: اَللّٰہُ اَمَرَکَ اَنْ تَأمُرَنَا اَنْ نَعْبُدَہٗ وَحْدَہٗ لَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَاَنْ نَخْلَعَ ھٰذِہِ الْاَنْدَادَ الَّتِیْ کَانَتْ آبَاؤُنَا یَعْبُدُوْنَ مَعَہٗ؟ قَالَ: اَللّٰھُمَّ نَعَمْ، قَالَ فَاَنْشُدُکَ اللّٰہَ اِلٰھَکَ وَاِلٰہَ مَنْ ھُوَ کَائِنٌ بَعْدَکَ، اَللّٰہُ اَمَرَکَ اَنْ نُصَلِّیَ ھٰذِہِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ قَالَ اللّٰھُمَّ نَعَمْ قَالَ، ثُمَّ جَعَلَ یَذْکُرُ فَرَائِضَ الْاِسْلَامِ فَرِیْضَۃً فَرِیْضَۃً کَمَا یُنَاشِدُہٗ فِی الَّتِیْ قَبْلَھَا، حَتّٰی اِذَا فَرَغَ قَالَ: فَاِنِّیْ اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، وَسَاُوَدِّیْ ھٰذِہِ الْفَرَائِضَ، وَ اَجْتَنِبُ مَانَھَیْتَنِیْ عَنْہُ، ثُمَّ لَا اَزِیْدُ وَلَا اَنْقُصُ، قَالَ ثُمَّ انْصَرَفَ رَاجِعًا اِلیٰ بَعِیْرِہٖ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ حِیْنَ وَلّٰی : اِنْ یَصْدُقْ ذُوالعَقِیْصَتَیْنِ یَدْخُلِ الْجَنَّۃَ، قَالَ: فَاَتٰی اِلیٰ بَعِیْرِہٖ فَاَطْلَقَ عِقَالَہٗ، ثُمَّ خَرَجَ حَتّٰی قَدِمَ عَلَی قَوْمِہٖ فَاجْتَمَعُوْا اِلَیْہِ، فَکَانَ اَوَّلَ مَاتَکَلَّمَ بِہٖ اَنْ قَالَ بِئْسَتِ اللَّاتُ وَالْعُزّٰی! قَالُوْا: مَہْ یَا ضِمَامُ ، اِتَّقِ الْبَرَص وَالْجُذَامَ، اِتَّقِ الْجُنُوْنَ! قَالَ: وَیْلَکُمْ، اِنَّھُمَا وَ اللّٰہِ لَا یَضُرَّانِ وَلَا یَنْفَعَانِ ،اِنَّ اللّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ قَدْ بَعَثَ رَسُوْلًا، وَاَنْزَلَ عَلَیْہِ کِتَابًا، اِسْتَنْقَذَکُمْ بِہٖ مِمَّا کُنْتُمْ فِیْہِ، وَاِنِّی اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ،وَاَنَّ

مُحَمَّدًاعَبۡدُهٗ وَ رَسُوۡلُهٗ اِنِّی قَدۡ جِئۡتُکُمۡ مِنۡ عِنۡدِهٖ بِمَا اَمَرَکُمۡ بِهٖ وَنَهَاکُمۡ عَنۡهُ، قَالَ: فَوَ اللّٰهِ مَا اَمۡسیٰ مِنۡ ذٰلِکَ الۡیَوۡمِ وَفِیۡ حَاضِرَهٖ رَجُلٌ وَلَا اِمۡرَأَةٌ، اِلَّا مُسۡلِمًا. (احمد ج ۱ ص ۲۶۴)

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ بنوسعد بن بکر نے ضِمام بن ثعلبہ کو اپنا نمائندہ بنا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ جب وہ آئے تو اپنے اونٹ کو مسجد کے دروازے کے پاس بٹھایا پھر اسے باندھا اور مسجد میں داخل ہوگئے ۔ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے ۔ضِمام بڑا طاقتور اور لمبے بالوں والا آدمی تھا جس کے بالوں کے دو جوڑے بنے ہوئے تھے۔ وہ آگے بڑھا اور دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے درمیان تشریف فرما ہیں۔ پوچھا عبدالمطلب کا بیٹا کون ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ہوں عبدالمطلب کا بیٹا۔ اس نے پوچھا محمد؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں۔ اس نے کہا اے عبدالمطلب کے بیٹے! میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں ۔ میرے پوچھنے کا انداز سخت ہوگا لہٰذا آپ ناگواری محسوس نہ فرمائیں ۔ آپ نے فرمایا میں کسی قسم کی ناگواری محسوس نہیں کروں گا۔ تم جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لو۔ اس نے کہا میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جو آپ کا بھی خدا ہے اور جو لوگ ہوگذرے ہیں، نیز جو بعد میں پیدا ہوں گے ان سب کا خدا ہے۔ کہ کیا واقعی اللہ نے آپ کو ہماری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟ فرمایا جی ہاں خدا گواہ ہے۔ اس نے کہا میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جو آپکا بھی خدا ہے اور جو لوگ ہوگذرے ہیں، نیز جو بعد میں پیدا ہوں گے ان سب کا خدا ہے۔ کہ کیا واقعی اللہ نے آپ کو یہ ہدایت دی ہے کہ آپ ہمیں اس بات کا حکم دیں کہ ہم اس ایک خدا ہی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں؟ اور ہمارے باپ دادا جن کو اس کا ہمسر ٹھہرا کر پوجتے رہے ہیں ان کو چھوڑ دیں؟ فرمایا جی ہاں خدا گواہ ہے۔ اس نے کہا میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جو آپ کا بھی خدا ہے اور گذرے ہوئے لوگوں کا، نیز ان کا بھی جو بعد میں پیدا ہوں گے کہ کیا واقعی اللہ نے آپ کو یہ ہدایت دی ہے کہ ہم پانچ وقت کی نماز پڑھیں؟ فرمایا جی ہاں خدا گواہ ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد اس شخص نے فرائض اسلام میں سے ایک ایک فریضہ، زکوٰۃ،

روزہ، حج، غرض تمام ارکانِ اسلام کا اسی طرح ذکر کیا۔ کہ آپ کو قسم دے کر ہر فریضہ کی بابت پوچھتا رہا یہاں تک کہ جب اس نے ساری باتیں پوچھ لیں تو پکار اُٹھا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اور اس نے کہا میں ان فرائض کو ادا کروں گا اور جن باتوں سے آپ نے منع فرمایا ہے ان سے بچتا رہوں گا۔ اس پر نہ کسی چیز کا اضافہ کروں گا اور نہ کمی۔ یہ کہہ کر وہ اپنے اونٹ کی طرف چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس دو جوڑے والے نے اگر سچ کہا ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

راوی کہتے ہیں وہ شخص اپنے اونٹ کے پاس آیا اور اس کی رسّی کھول دی اور پھر جب اپنی قوم کے پاس پہنچا تو لوگ اس کے گرد جمع ہوگئے۔ اس نے سب سے پہلے جو بات کہی وہ یہ کہ لات وعزیٰ (بُت) کا بُرا ہو۔ لوگوں نے کہا ضِمام رک جاؤ کہیں تمہیں برص اور جذام نہ ہوجائے یا جنون میں تم مبتلا نہ ہوجاؤ۔ اس نے جواب دیا افسوس تم پر قسم بخدا لات وعزّیٰ نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ فائدہ۔ اللہ عزوجل نے ایک رسول بھیجا ہے، اس پر کتاب اُتاری ہے اور اس کے ذریعہ تمہیں اس (جہالت) سے نجات بخشی ہے جس میں تم مبتلا تھے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ لاشریک کے سوا کوئی خدا نہیں اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں آپ کے پاس سے وہ باتیں لے کر آیا ہوں، جن کے کرنے کا آپ نے تم لوگوں کو حکم دیا ہے۔ اور وہ باتیں بھی جن سے بچنے کی آپ نے ہدایت فرمائی ہے ۔ راوی کہتے ہیں کہ اس روز شام ہونے تک کوئی شخص مرد ہو یا عورت ایسا نہیں تھا جو مسلمان نہ ہوگیا ہو۔

تشریح

فتح مکہ کے بعد عرب کے مختلف قبائل نے اپنے وفود نبی ﷺ کی خدمت میں بھیجنا شروع کئے تھے، تاکہ وہ آپ سے مل کر اپنا اطمینان کرلیں۔ اور اسلام کی دعوت اور اس کی تعلیمات سے واقف ہوں۔ یہ وفود اپنا اطمینان کرلینے کے بعد قبولِ اسلام کا اعلان کرتے۔ اسی طرح قبیلے کے قبیلے مسلمان ہونے لگے اور اجتماعی طور پر حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کا روح پرور منظر رسول اور آپ کے ساتھیوں نے دیکھا۔ بنوسعد کے جس وفد کا روایت میں ذکر ہوا ہے وہ اسی سلسلۂ وفود کی ایک کڑی ہے۔

ضمام بن ثعلبہ بنو سعد کے نمائندہ کے حیثیت سے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ وہ اعرابی تھا اس لئے آداب سے زیادہ واقف نہ تھا۔ لیکن جذبۂ خیر کے ساتھ حق کی تلاش میں آیا تھا اس لئے نبی ﷺ نے اس کی سخت کلامی کو خاطر میں لائے بغیر اس کے سوالات کا جواب مناسب طور پر دیا۔ آپ کے جواب سے مطمئن اور آپ کی شخصیت سے متاثر ہو کر اس نے اسی وقت کلمۂ شہادت پڑھ لیا اور پھر واپس جا کر اپنے قبیلہ والوں کو اسلام کی دعوت دی۔ یہ دعوت اس نے نڈر ہو کر پیش کی اور بت پرستی کی کھل کر مخالفت کی۔ لوگوں نے جب اسے ڈرایا کہ بت پرستی کے مخالفت کی نتیجہ میں کہیں تم کسی آفت کا شکار نہ ہو جاؤ، تو اس نے یہ ایمان افروز جواب دیا کہ بت نہ کسی کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور نہ نقصان، اس لئے ان سے ڈرنا ایک بے معنیٰ بات ہے۔ پھر اس نے لوگوں کو یہ بھی سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بھیج کر اور اپنی کتاب نازل کر کے تم کو جہالت اور تاریکیوں سے نکالنا چاہا ہے، لہٰذا اسلام قبول کرو۔ اس کی اس دعوت اور اعلانِ حق کا لوگوں پر ایسا اثر ہوا کہ شام ہونے تک قبیلہ کا کوئی فرد ایسا نہیں تھا جو مسلمان نہ ہوا ہو۔

یہ واقعہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلامی انقلاب اسلام کی بے لاگ دعوت کے نتیجہ میں برپا ہوا۔

قبولِ اسلام کی براہِ راست دعوت

حدیث

عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ غُلَامٌ يَهُوْدِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ ﷺ فَمَرِضَ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَعُوْدُهُ فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَقَالَ لَهُ اَسْلِمْ فَنَظَرَ اِلٰى اَبِيْهِ وَهُوَ عِنْدَهُ فَقَالَ لَهُ اَطِعْ اَبَا الْقَاسِمِ ﷺ فَأَسْلَمَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ يَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ. (بخاری کتاب الجنائز)

ترجمہ

حضرت انس فرماتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا نبی ﷺ کی خدمت میں تھا۔ وہ بیمار ہوا تو نبی ﷺ اس کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے۔ اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور اس سے کہا اسلام قبول کرو۔ وہ اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگا جو وہیں موجود تھا۔ باپ نے کہا ابوالقاسم (آپ کی کنیت) ﷺ کی بات مان

لو۔ چنانچہ لڑکے نے اسلام قبول کر لیا اور نبی ﷺ یہ فرماتے ہوئے وہاں سے نکلے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے اسے آگ سے بچایا۔"

تشریح

بیماری میں انسان خدا کو یاد کرتا ہے اور نصیحت سننے کیلئے آمادہ رہتا ہے۔ اس لئے یہ موقع دعوتِ حق کو پیش کرنے کیلئے نہایت سازگار رہتا ہے۔ مریض اگرچہ کہ ایک یہودی لڑکا تھا جو نبی ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا لیکن چونکہ ہمدردی و غمخواری اور تواضع کی صفات نبی ﷺ میں بدرجۂ اتم موجود تھیں اس لئے آپ بنفسِ نفیس اس کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے اور موقع کی مناسبت سے قبولِ اسلام کی دعوت پیش فرمائی، جس پر لڑکے نے لبیک کہا اور وہ مسلمان ہو گیا۔

غیر مسلموں کو براہِ راست قبولِ اسلام کی دعوت دینا انبیائی طریقہ ہے اور یہی ان کی سب سے بڑی خیر خواہی ہے، کیونکہ دینِ اسلام کو قبول کر کے ہی وہ جہنم کے عذاب سے بچ سکتے ہیں۔ یہی بات ان سے بَرملا کہنے کی ہے، اس میں لیپا پوتی کرنا نہ ان کے حق میں مفید ہے اور نہ داعی کے حق میں۔

نبی ﷺ کو دیکھتے ہی اسلام کا دل میں اُتر جانا

حدیث

عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ قَالَ: بَعَثَنِيْ قُرَيْشٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اُلْقِيَ فِيْ قَلْبِيَ الْاِسْلَامُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ وَاللّٰهِ لَا اَرْجِعُ اِلَيْهِمْ اَبَدًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنِّيْ لَا اَخِيْسُ بِالْعَهْدِ وَلَا اَحْبِسُ الْبُرُدَ وَلٰكِنِ ارْجِعْ فَاِنْ كَانَ فِيْ نَفْسِكَ الَّذِيْ فِيْ نَفْسِكَ الْآنَ فَارْجِعْ قَالَ فَذَهَبْتُ ثُمَّ اَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَاَسْلَمْتُ.

(بخاری کتاب الجہاد)

ترجمہ

ابو رافع کہتے ہیں کہ مجھے قریش نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا جب میری نگاہ آپ پر پڑی تو میرے دل میں اسلام داخل ہو گیا۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول قسم بخدا میں ان لوگوں کے پاس ہرگز واپس نہیں جاؤں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نہ عہد کو توڑتا ہوں اور نہ قاصدوں کو روکے رکھتا ہوں، تم لوٹ جاؤ۔ اگر تمہارے دل میں وہی بات ہے جو اب ہے تو لوٹ آؤ۔ ابو رافع کہتے ہیں میں چلا گیا اور پھر (لوٹ) کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔

تشریح

یہ واقعہ اس بات کا ثبوت ہے کہ نبی ﷺ کی شخصیت نہایت غیر معمولی تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ کو دیکھتے ہی لوگ متاثر ہو جاتے یہاں تک کہ آپ کے دشمن قریش کا قاصد آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے چہرۂ مبارک پر نگاہ پڑتے ہی اس کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ اور اسلام اس کے دل میں اتر جاتا ہے۔ گویا دعوئے نبوت کی سچائی آپ کے چہرہ سے بالکل عیاں تھی۔

یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے زمانے کا ہے جب کہ قریش اور نبی ﷺ کے درمیان معاہدہ ہوا تھا اور اس معاہدہ کا احترام کرتے ہوئے نبی ﷺ نے ان کے قاصد کو روکنا پسند نہیں فرمایا، اگرچہ کہ وہ خود رکنا چاہتا تھا آپ نے اسے لوٹ جانے کا مشورہ دیا تاکہ عہد کی خلاف ورزی نہ ہو۔ چنانچہ قاصد مکہ لوٹ گیا اور اس کے بعد اپنی ذاتی حیثیت میں دوبارہ مدینہ واپس آیا اور نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا۔

یہ تھا نبی ﷺ کا طریقِ کار جس میں نہ بدعہدی تھی اور نہ ڈپلومیسی، بلکہ وہ اصول پسندی اور صداقت شعاری پر مبنی تھا اور یہی وہ چیز ہے جس نے دلوں کو جیت لیا تھا۔

○○○○○○○

Printed at:
Pixel Art Printers F/19 Match Factory
Lane Kurla West Mumbai - 400070
Phone : 2603635

دعوۃ القرآن

ترجمہ و تفسیر پانچ زبانوں میں

تالیف :

مولانا شمس پیر زادہؒ

اردو	سیٹ	1200/-
مراٹھی	سیٹ	360/-
گجراتی	سیٹ	830/-
ہندی	سیٹ	1180/-
انگریزی	سیٹ	1125/-
پارہ عم اردو		70/-
پارہ عم گجراتی		65/-
پارہ عم ہندی		120/-
پارہ عم انگریزی		150/-

ادارہ دعوۃ القرآن

۵۹۔ محمد علی روڈ۔ ممبئی ۴۰۰۰۰۳ ☆ فون: ۲۳۴۶۵۰۰۵